

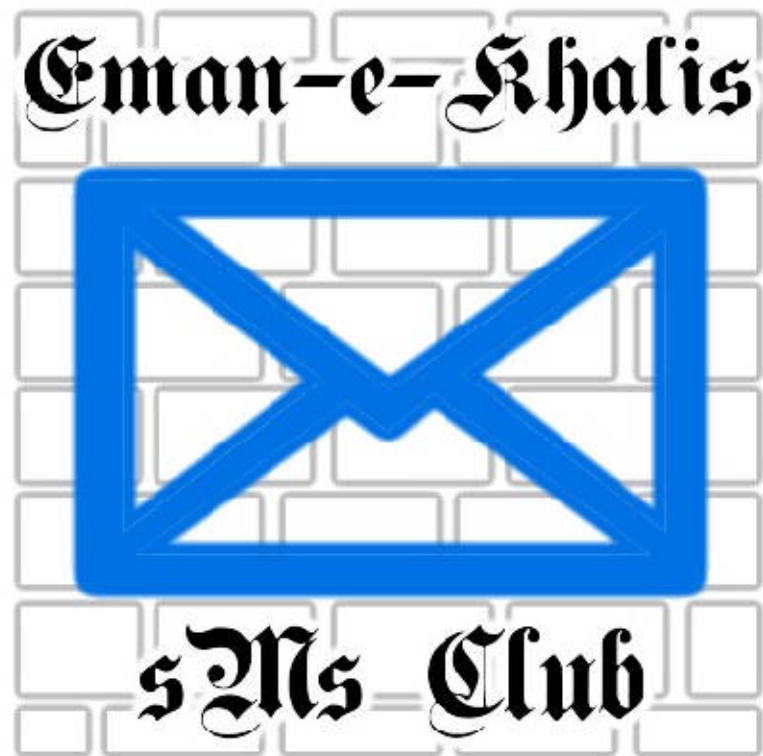
Uploaded By: Muhammad Ayaz

E . K . s M s C l u b

<http://Www.EKsMsClub.Net16.Net>

OR

<http://Www.EmaneKhalissMsClub.Comeze.Com>



E-Mail: Ayaz.Net_WordLifeLive@Yahoo.Com

Follow Me: <http://Www.Scribd.Com/MuslimAyaz>

Address: Masjid Tauheed, H Area, Punjab Road, Manzoor
Colony, Near Mehmoodabad No. 6, Karachi, Pakistan

۱۸۱ اہل تصوف کی

کرامت الہیہ

تألیف

عبد الرحمن عبد الخالق

ترجمہ

صفی الرحمن ڈار

وقف لله تعالى

جمعیت احیاء التراث الاسلامی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ

الحمد لله الذي بعث محمداً صلى الله عليه وسلم بالحق بين
يدي الساعة مفرقا بين الهدى والضلال، وبين التوحيد والشرك، وبين
الجاهلية والإسلام. والصلاة والسلام على النبي الهادي الذي أتم
رسالة ربه غاية الإتمام، وترك أمته على المحجة الواضحة البينة
التي لا يزيغ عنها إلا من صرف الله قلبه عن الإيمان والإسلام.

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت سے پہلے
ہدایت و گمراہی، توحید و شرک اور جاہلیت و اسلام کے درمیان تفریق کنندہ بنا کر
مبعوث فرمایا۔ اور درود و سلام ہو نبی ہاری صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے اپنی
پروردگار کی رسالت کو نہایت درجہ مکمل کر دیا، اور اپنی امت کو ایسی واضح اور روشن
شاہراہ پر چھوڑا جس سے صرف وہی شخص بھٹک سکتا ہے جس کا دل اللہ نے ایمان
و اسلام سے پھیر دیا ہو۔ اما بعد

میں نے لمبے غور و فکر کے بعد محسوس کیا ہے کہ صوفیانہ افکار امت اسلام
کے لیے تمام خطروں سے زیادہ بڑا خطرہ ہیں۔ انہیں افکار نے اس امت کی عزت کو
ذلت اور رسوائی سے تبدیل کیا ہے۔ اور اب بھی یہ افکار یہی کام انجام دے
رہے ہیں۔ یہ افکار درحقیقت ایک ایسا کیڑا ہیں جو ہمارے لمبے اور پائدار درخت

کے گودے کو چھیدتا اور ڈھاتا جا رہا ہے، یہاں تک کہ اسے رفتا زمانہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ امت کسی بھی خطرے سے پہلے جب تک اس کیڑے سے چھٹکارا حاصل نہیں کر لیتی ہے اپنی مشکلات سے نجات نہیں پاسکتی۔ میں نے اس سلسلے میں مجدد "الفکر الصوفی" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ لیکن چونکہ یہ کتاب خاصی ضخیم ہے، اور مشاغل میں مصروف بعض قارئین کے لیے اس کے تمام گوشوں کا احاطہ کرنا مشکل ہے اس لیے میں نے یہ مختصر رسالہ تالیف کر دیا تاکہ صوفیاء افکار کے پردہ میں عالم اسلام کے لیے جو زبردست خطرات پوشیدہ ہیں ان کی تشریح کر دی جائے۔ ممکن ہے اس رسالہ سے امت اسلامیہ کے قائدین اور مہتاؤں کو اس پوشیدہ اور تباہ کن آفت پر تنبیہ حاصل ہو اور وہ امت اسلامیہ کے جسم سے اس کے استیصال پر کمر بستہ ہو جائیں۔ پھر ان خطرات کو بیان کر لینے کے بعد میں نے اہل تصوف کے ساتھ بحث و گفتگو کا ایک مختصر نمونہ بھی پیش کیا ہے تاکہ طالب علموں کو ان کے ساتھ بحث و گفتگو کی تربیت حاصل ہو جائے، اور وہ یہ سیکھ لیں کہ اہل تصوف پر کس طرح حجت قائم کی جاسکتی ہے یا انہیں کس طرح صراطِ مستقیم کی طرف لایا جاسکتا ہے۔

اللہ سے میری دعا ہے کہ وہ اس رسالہ سے امت اسلام اور طالبین علوم شریعت کو نفع پہنچائے۔ اور میں ابتداً میں بھی اور خاتمہ پر بھی اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اس کے بندے اور پیغمبر پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔

کتبہ

عبد الرحمن عبد الخائف

کویت، شبہ ۱۴ ذی القعدة ۱۴۰۲ھ

۱۱ اگست ۱۹۸۳ء

پہلا باب

صوفیانہ افکار کی خطرناکیاں

صوفیانہ افکار کے اہم ترین خطرات یہ ہیں :
۱۔ مسلمانوں کو قرآن و حدیث سے پھیرنا

اہل تصوف نے پہلے بھی اور موجودہ دور میں بھی مختلف ذرائع اور نہایت پیچیدہ طریقوں سے لوگوں کو قرآن و حدیث سے پھیرنے کی کوشش کی ہے۔ بعض طریقے حسب ذیل ہیں :

(الف) یہ خیال کہ قرآن میں تدبیر کرنے سے اللہ کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ان حیسرات نے اپنے خیال میں فنا فی اللہ کو صوفی کا آخری مقصد قرار دیا ہے۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن میں تدبیر انسان کو اس مقصد سے پھیر دیتا ہے۔ اور یہ بھول جاتے ہیں کہ قرآن کا تدبیر درحقیقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ذکر ہے۔ کیونکہ قرآن یا تو اللہ کے اسماء و صفات کے ذریعہ اس کی مدح ہے۔ یا اللہ نے اپنے اولیاء اور اپنے دشمنوں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کا بیان ہے۔ اور یہ سب اللہ کی مدح یا اس کی صفات کا علم، یا اس کے حکم اور شریعت میں تدبیر ہے۔ اور اس تدبیر سے اس کی حکمت معلوم ہوتی ہے۔ اور اپنی مخلوق کے ساتھ اس سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت کا پتہ لگتا ہے۔ لیکن چونکہ اہل تصوف میں سے ہر شخص خود اللہ بننا چاہتا ہے۔ اور اپنے زعم میں صفات الہی کے ساتھ متصف ہوتا ہے اس لیے اسے گوارہ نہیں کہ لوگ قرآن میں تدبیر کر کے اللہ کی صفات کی معرفت حاصل کریں۔ چنانچہ علامہ شعرانی اپنی کتاب الکبریت الاخر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی بعض غیبی نداؤں میں کہتا ہے :

”اے میرے بندو! رات میرے لیے ہے۔ قرآن کے لیے نہیں کہ اس کی تلاوت کی جائے۔ تمہارے لیے دن میں عبادت کا لمبا کام ہے، لہذا رات کل کی کل میرے لیے بناؤ۔ اور جب تم رات میں قرآن تلاوت کرو تو میں تم سے یہ نہیں طلب کرتا کہ تم اس کے معافی کے ساتھ ٹھہرو۔ کیونکہ اس کے معافی تم کو مشاہدہ سے پرانگندہ کر دیں گے۔ ایک آیت تم کو میری جنت، اور اس میں میرے اولیاء کے لیے تیار کی ہوئی نعمت کی طرف لے جائے گی۔ پھر جب تم میری جنت میں حور کے ساتھ نرم و نازکے ریشمی گدوں اور توشکوں پر آرام کر رہے ہو گے تو میں کہاں ہوں گا۔ اور ایک دوسری آیت تم کو جہنم کی طرف کی لے جائیگی، اور تم اس کے طرح طرح کے عذاب کا معائنہ کرو گے۔ تو جب تم اس میں مصروف ہو جاؤ گے تو میں کہاں ہوں گا۔ کوئی اور آیت تم کو آدم یا نوح یا ہود یا صالح یا موسیٰ یا عیسیٰ علیہم السلام کے واقعہ کی طرف لے جائے گی۔ اور ایسے ہی اور بھی۔ حالانکہ میں نے تم کو تدبیر کا حکم صرف اس لیے دیا ہے کہ تم اپنے دل کے ساتھ میرے اوپر مجتمع ہو جاؤ۔ باقی رہا احکام مستنبط کرنا تو اس کے لیے دوسرا وقت ہے۔ اور یہاں بڑا بلند بلکہ بلند تر مقام ہے۔“

واضح رہے کہ شعرانی کی یہ بات زبردست دہریت ہے۔ آخر اللہ نے وہ بات کہاں کہی ہے جسے شعرانی نے گھڑ لیا ہے۔۔۔ اور بھلا اللہ تعالیٰ ایسی بات کہے گا کیسے جب کہ یہ اس کے بندے اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیے گئے قرآن جتنے کے خلاف ہے۔ قرآن میں اللہ کا ارشاد یہ ہے

کِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا

یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل

آیاتہ۔

اور ارشاد ہے:

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا۔

وہ لوگ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے، کیا دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں۔

اور فرمایا:

فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِبِيدُ

آپ قرآن کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت کریں جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ آپ رات میں تہجد کے اندر قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ اور جب کسی ایسی آیت سے گزرتے جس میں جنت کا ذکر ہوتا تو اس آیت کے پاس رک کر اللہ عزوجل سے دعا فرماتے۔ اور جب کسی ایسی آیت سے گزرتے جس میں عذاب کی وعید اور دھمکی ہوتی تو اس آیت کے پاس رک کر اللہ سبحانہ سے دعا فرماتے اور جہنم سے پناہ مانگتے۔ یہ بات صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ مگر اہل تصوف کہتے ہیں کہ رات میں قرآن کی تلاوت کرنا اور تہجد پڑھنا ایک ایسا مشغلہ ہے جس میں بھنس کر آدمی اللہ سے پھر جاتا ہے۔ حالانکہ رات کا قیام وہ عظیم ترین فریضہ ہے جو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیے مقرر فرمایا تھا تاکہ آپ اس کی بدولت قیامت کے روز عظیم ترین مقام پر فائز ہو سکیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ

اور (اے پیغمبر!) رات میں آپ قرآن کے ساتھ تہجد پڑھیں جو آپ کے لیے نوافل ہے۔ قریب ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود پر بھیجے۔

غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مقام محمود کو رات میں قرآن کے

يَا أَيُّهَا الْمَرْمِلُ قُمْ آتِلْ إِلَّا قَلِيلًا
بِضْفَةٍ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا. أَوْزِدْ
عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا.

اے کھل پوش! رات میں قیام کر (تہجد پڑھ) مگر تھوڑا۔
آدھایا اس سے کچھ کم یا اس پر کچھ اضافہ کر، اور قرآن
کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔

یہاں اہم بات یہ ہے کہ یہ جھوٹے (اہل تصوف) لوگوں کو اس بہانے قرآن مجید سے پھرتے ہیں کہ یہ ایک مشغلہ ہے جس میں پھنس کر آدمی اللہ کی عبادت سے پھر جاتا ہے پس غور فرمائیے کہ اس سے بڑھ کر تلبیس اور فریب کاری کیا ہوگی۔

(ب) اہل تصوف کا یہ خیال کہ ان کے مبتدعانہ اوراد و وظائف قرآن مجید سے افضل ہیں۔

چنانچہ احمد تيجانی وغيرہ کہتے ہيں کہ نماز فاتحہ (جوان کی اپنی ايجاد و اختراع ہے) روئے زمين پر پڑھے جانے والے تمام اذکار سے چھ ہزار گنا زيادہ افضل ہے۔ اس کا نتیجہ يہ ہے کہ لوگ قرآن مجيد کو چھوڑ کر مبتدعانہ اور ادو وظائف ميں مشغول ہو جاتے ہيں۔

(ج) اہل تصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس کی تفسیر کرتا ہے اسے عذاب ہوگا۔ کیونکہ قرآن کے کچھ اسرار و رموز ہیں۔ اور ظاہر و باطن ہیں۔ اور انھیں بڑے بڑے شیوخ کے سوا کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ اور جو شخص اس کی تفسیر یا فہم کی ذرا بھی کوشش کرے گا اسے اللہ عز و جل سزا دے گا۔

(۵) اہل تہموف قرآن وحدیث کو شریعت اور علم ظاہر کہتے ہیں۔ جب کہ دوسرے علوم لدنیہ ان کے خیال میں قرآن سے زیادہ مکمل اور بلند تر ہیں۔ چنانچہ ابویزید بسطامی کہتے ہیں: خضنا بحرًا وقایف الانبیاء بساحلہ ہم نے ایک ایسے سمندر میں غوطہ لگایا کہ جس کے راجل ہی پر انبیاء کھڑے ہیں۔ اور ابن سبعین کہتا ہے: لقد حجر ابن آمنۃ واسعابہ قال لا بنی بعدی یعنی آمنہ کے بیٹے نے یہ کہہ کر کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ایک کشادہ چیز کو تنگ کر دیا۔

ظاہر ہے، اس بد دین کی یہ بات حد درجہ قابل نفرت اور باطل ہے۔ اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت لگائی ہے۔ پس اللہ کی لعنت ہو اس بات کے کہنے والے پر اور اس کی تصدیق کرنے والے پر اور اس کی پیروی کرنے والے پر۔

خلاصہ یہ کہ بدین اہل تصوف کے پاس اسلام کے خلاف مکاری اور
ہیرا پھیری کے بڑے بڑے طریقے ہیں۔ اور ان میں سے ایک بڑا طریقہ یہ ہے کہ وہ
مذکورہ بالا جھوٹ اور گھڑنت کے ذریعہ لوگوں کو قرآن مجید سے پھیرتے ہیں۔



۲۔ نصوص قرآن و حدیث کے لیے باطنی تاویل کا دروازہ کھولنا
صوفیانہ انداز کا رے عظیم ترین خطرات میں سے یہ بھی ہے کہ انھوں نے قرآن و
سنت کے نصوص کے لیے باطنی تفسیر کا دروازہ کھول دیا۔ چنانچہ مشکل ہی سے کوئی ایسی
آیت یا حدیث ملے گی جس کی بددین اہل تصوف نے غیث باطنی تاویلات نہ کی ہوں۔ علامہ
ابن جوزی رحمہ اللہ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”ابو عبد الرحمن سلمیٰ نے تفسیر قرآن کے سلسلے میں ان (اہل تصوف) کا کلام جو زیادہ تر ناجائز ہدایاں ہیں تقریباً دو جلدوں میں جمع کیا ہے۔ اور اس کا نام ”حقائق التفسیر“ رکھا ہے۔ سورہ فاتحہ کے سلسلے میں اس نے ان سے نقل کیا ہے کہ اس کا نام فاتحہ الکتاب اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ اول ترین چیز ہے جس سے ہم نے تمہارا ساتھ اپنے خطاب کا دروازہ کھولا ہے۔ اگر تم نے اس کے ادب کو اختیار کیا تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کے مابعد کے لطائف سے تم کو محروم کر دیا جائے گا۔“

مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ بری بات ہے۔ کیونکہ مفسرین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سورہ فاتحہ اول اول نازل نہیں ہوئی تھی۔

اسی طرح سورہ فاتحہ کے خاتمے پر جو آئین کہی جاتی ہے اس کی تفسیر کی ہے کہ: ہم تیرا قصد کرتے ہیں۔“

مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ بھی بری تفسیر ہے۔ اس لیے کہ یہ اُم سے نہیں ہے، جس کے معنی قصد کرنے کے آتے ہیں۔ کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو آئین کی میم کو تشدید ہوتی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قول: وَاِنْ يَأْتِكُمْ اُسَارٰى کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ابوشمان نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گنہگاروں میں غرق ہوں۔ اور واسطی نے کہا کہ جو اپنے افعال کو دیکھنے میں غرق ہوں۔ اور جنید نے کہا کہ جو اسباب دنیا کے اندر قید ہوں۔ اور ”تم ان کا فدیہ دیتے ہو“ کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ انھیں دنیا سے قطع تعلق کی طرف لے جاتے ہو۔

میں کہتا ہوں کہ یہ آیت بطور انکار کے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے طرز عمل پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب تم انھیں قید کرتے ہو تو فدیہ دیتے ہو اور جب

ان سے جنگ کرتے ہو تو قتل کرتے ہو (حالانکہ یہ بات تم پر حرام کی گئی ہے) مگر ان اہل تصوف نے اس کی تفسیر انکار کے بجائے مدح کے طور پر کی ہے۔

محمد بن علی نے یحب التوابین کا معنی بیان کیا ہے کہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اپنی توبہ سے توبہ کرتے ہیں (یعنی توبہ توڑ دیتے ہیں۔)

اور نوری نے یقبض ویبسط (الدر فی تہذیب التہذیب) کرتا اور شادہ کرتا ہے)

کی تفسیر یوں کی ہے کہ وہ اپنے ذریعہ قبض کرتا ہے اور اپنے لیے پھیلاتا ہے۔ اور

من دخلہ کان آمناً کی تفسیر یہ کی ہے کہ حرم میں داخل ہونے والا اپنے نفس کے

خیالات اور شیطان کے دوسوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ نہایت گندی تفسیر ہے

کیونکہ آیت کا لفظ خبر کا لفظ ہے لیکن معنی امر کا ہے اور مفہوم یہ ہے کہ جو حرم میں داخل

ہو جائے اسے امن دیدو۔ لیکن ان حضرات نے اس کی تفسیر خبر سے کی ہے۔ پھر تو تفسیر

کی ہے وہ صحیح بھی نہیں۔ کیونکہ کتنے ہی لوگ ہیں جو حرم میں داخل ہوتے ہیں۔ لیکن نفس کے

خیالات اور شیطانی دوسوں سے محفوظ نہیں رہتے۔

ان تجتنبوا کبار ما تنہون عنہ (یعنی اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے

پرہیز کر دو گے تو ہم معمولی گناہوں کو بخش دیں گے۔ الخ) اس کی تفسیر میں ابوتراب نے کہا کہ

کبار سے مراد فاسد دعوے ہیں۔

والجبار ذی القربى (قرابت دار پڑوسی) کی تفسیر میں سہل نے کہا کہ اس

مراد دل ہے اور الجبار الجنب (پہلو کا ساتھی) نفس ہے۔ اور ابن السبیل

(راستہ چلنے والا مسافر) اعضا و جوارح ہیں۔

وہم بہا (یوسف نے اس کا قصد کیا) اس کی تفسیر میں ابو بکر وراق نے

کہا کہ دونوں قصد امراۃ العزیز کا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے اس کا قصد نہیں کیا تھا

میں کہتا ہوں یہ صریح قرآن کے خلاف ہے۔

ماہذا بشر (یہ بشر نہیں) کی تفسیر محمد بن علی نے یوں کی ہے کہ یہ اس لائق نہیں ہے کہ اس کو مباشرت کے لیے بلایا جائے۔

زنجانی نے کہا کہ وعدہ (کڑک) فرشتوں کی پہوشیاں ہیں اور بدوت (بجلی) ان کے دلوں کی آہیں ہیں۔ اور بارش ان کا آنسو ہے۔

ولله المکر جمیعاً کی تفسیر حسین نے یوں کی ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ جیسا مکر کرتا ہے اس سے زیادہ واضح مکر کوئی نہیں کتا۔ کیونکہ اللہ نے ان کے ساتھ یہ وفا کی ہے کہ ان کے لیے اللہ کی جانب ہر حال میں راستہ ہے۔ یا حادث کے لیے قدیم کے ساتھ اتصال ہے۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس کے معنی پر غور کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ نرا کفر ہے کیونکہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کا مکر گویا ٹھٹھا اور کھلواڑ ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ حسین وہی ہے جو حلاج کے نام سے مشہور ہے۔

اور وہ اسی لائق ہے۔

لعمریہ کی تفسیر میں لکھا ہیکہ تو اپنے راز کو ہمارے مشاہدے کے ذریعہ تعمیر کرتا ہے۔

”میں کہتا ہوں کہ پوری کتاب اسی ڈھنگ کی ہے جس نے سوچا کہ یہاں اس کا کافی جہم درج کر دوں لیکن پھر خیال آیا کہ اس طرح ایک ایسی بات کے لکھنے میں وقت ضائع ہوگا جو یا تو کفر ہے یا خطا اور ہڈیان ہے۔ یہ تفسیر اسی ڈھنگ کی ہے جیسی ہم باطنیہ سے نقل کر چکے ہیں۔ لہذا جو شخص اس کتاب کے مشتملات کو جانتا چاہتا ہو، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ یہی اس کا نمونہ ہے۔ اور جو شخص مزید چاہتا ہو، وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے۔“

اور یہ جو کچھ امام ابن جوزی نے ذکر کیا ہے یہ اس گروہ کے اوائل سے منقول صوفیائے ”تاویلات کا محض نمونہ ہے۔ ورنہ اگر ہم اہل تصوف کے ہاتھوں قرآن و حدیث کی لکھی ہوئی خبیث باطنی تاویلات کا شیع شروع کر دیں تو دسیوں دفتر جمع ہو جائیں گے، جو سب کے سب اسی قسم کے ہڈیان، افتراء اور اللہ پر بلا علم گھڑی باتوں سے پر ہوں گے۔ اور اوپر سے یہ زعم بھی ہوگا کہ یہی قرآن کے حقیقی معانی ہیں۔

افسوس ہے کہ قرآن و حدیث کے اسی باطنی منہج پر اس گروہ کے پیروکار آج تک کاربند ہیں۔ بلکہ ان صوفیانہ خرافات کی تصدیق میں مبتلا ہونے والوں کے لیے یہ خصوصی منہج اور اسلوب بن چکا ہے۔ تم مصطفیٰ محمود کی کتاب ”القرآن محاولة لتفسير عصري“ دیکھو یا وہ کتابیں دیکھو جنہیں نام نہاد جمہوری سودانی پارٹی کے لیڈر محمود محمد طہ سودانی نے تالیف کیا ہے تو تمہیں ان عجیب و غریب نمونوں کا علم ہوگا جو صوفیانہ افکار کے زیر اثر وجود میں آکر مسلمانوں کے سامنے قرآن و حدیث کی باطنی تاویلات کے لباس میں ظاہر ہوئے ہیں۔

بعض نمونے پیش خدمت ہیں :

● المحاولۃ العصریۃ لتفسیر القرآن (قرآن کریم کی عصری تفسیر کی کوشش) جسے ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے مصری رسالہ صباغ الطیر کے صفحات پر قلمبند کیا۔ پھر اسے ”القرآن محاولة لفهم عصري للقرآن“ کے نام سے کتابی شکل میں جمع کیا۔ یہ تفسیر قرآن کی نئی صوفیائے کاوش ہے۔ اور یہ ڈاکٹر موصوف کے فکری استاذ محمود محمد طہ کے الفاظ میں صوفیانہ افکار کے دائرہ میں ایک وسیع کاوش ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر موصوف اس کی تعریف کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :

”مجھے اسلامی مفکر محمد طہ کے ”الصلاة“ نامی رسالہ کی ایک نفیس تعبیر بہت ہی پسند آئی۔ موصوف نے لکھا ہے :

اللہ نے آدم کو کچھ پیر یا گارے سے دھیرے دھیرے وجود کی طرف

نکالا۔ ولقد خلقنا الإنسان من سلالة من طين هم نے انسان کو مٹی کے گارے سے پیدا کیا۔ یہ مٹی سے درجہ بدرجہ اور قدم بہ قدم انسان کے چھوٹنے اور وجود میں آنے کی بات ہے۔ یعنی ایسا سے اسفنج، اس سے نرم حیوانات اور ان سے چھلکے والے حیوانات، اور ان سے ہڈی والے حیوانات، اور ان سے پھلیاں، پھلیوں سے زمین پر پھیلنے والے جانور، اور ان سے چڑیاں اور چڑیوں سے چھاتی والے جانور بنتے گئے۔ یہاں تک کہ اللہ کے فضل و ہدایت اور رہنمائی سے آدمیت کا اعلیٰ مرتبہ وجود میں آیا۔ (المحاولہ ص ۵۲)

ڈاکٹر مصطفیٰ محمود کا یہ اسلامی مفکر درحقیقت سودان کا ایک زرعی انجینیر ہے جس نے تصوف کا مطالعہ کیا۔ اور اس دعوے تک پہنچا کہ اس سے تمام شرعی احکام ساقط ہو گئے ہیں۔ (اور وہ مکلف نہیں رہ گیا ہے) کیونکہ وہ یقین کے مرحلے تک پہنچ گیا ہے۔ اس کی ایک کتاب تو وہی نماز سے متعلق ہے جس سے ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے مذکورہ عبارت نقل کی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی کچھ اور کتابیں بھی ہیں۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کی ایک کتاب ”تفسیر قرآن کی عصری کاوش“ کے رد میں بھی ہے۔

اور ڈاکٹر موصوف کو محمود محمد طہ کی کتاب الصلوة کی جو بات پسند آئی، اور جسے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں، وہ درحقیقت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے معاملے میں ڈارون کے نظریے کو گھسیٹنے کی عجیب و غریب کوشش ہے۔ حالانکہ اب اس نظریہ پر کسی کو یقین نہیں رہ گیا ہے سوائے ان لوگوں کے جو ہر قسم کے اوٹ پٹانگ خیال کو لے کر اس کے اندر عزوجل کے کلام کی تفسیر کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور دعویٰ کرتے ہیں کہ انھیں یہ بات کشف اور مجاہدہ کے ذریعہ معلوم ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ محض کافروں اور محدودوں کے افکار و خیالات کی نقل ہوتی ہے جس پر وہ قرآن کریم کی آیات کا لیبیل لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ابھی یہ بات کہ تفسیر و تفسیر قرآن کی عصری کاوش صوفیانہ افکار کے دائرہ

اٹھی ہے تو اس کی دلیل قرآن کے متعلق ڈاکٹر مصطفیٰ محمود کی حسب ذیل عبارتیں ہیں :
(الف) ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے ”أسماء اللہ“ کے عنوان سے پوری ایک فصل قلمبند کی ہے جس میں رب اور اللہ کے معانی کی صحیح اور سالم معرفت وہی قرار دی ہے جسے اہل تصوف نے دریافت کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

”اہل تصوف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حد درجہ قریب ہونے کے سبب ہمارے ادراک سے دور ہے۔ اور حد درجہ ظاہر ہونے کے سبب ہم سے پوشیدہ ہے۔“ ص ۹۹
اس کے بعد موصوف صوفیانہ فکر کی مدح سرائی میں یوں رواں دواں ہیں کہ :
”صوفیاء اللہ کا قرب محبت کی وجہ سے چاہتے ہیں۔ جہنم کے خوف یا جنت کی طلب کی وجہ سے نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کائنات سے اس کے بنانے والے کی طرف مسلسل ہجرت میں ہیں۔“ ص ۱۰۰

پھر لکھتے ہیں کہ : ”اہل تصوف کے مختلف اطوار و حالات ہوتے ہیں۔ اور وہ بڑی دلچسپ رائے کے حامل ہوتے ہیں جو اپنی خاص گہرائی اور معنی رکھتی ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ معصیت کبھی کبھی طاعت سے افضل ہوتی ہے۔ کیونکہ بعض معصیتیں اللہ کے خوف اور ذل و انکسار کی طرف لے جاتی ہیں۔ جبکہ بعض طاعتیں تکبر اور قریب نفس میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ اور اس طرح فرمانبردار کے مقابل میں نافرمان اللہ تعالیٰ کے کہیں قریب اور باادب ہو جاتا ہے۔“ ص ۱۰۱

پھر لکھتے ہیں کہ : ”صوفی اور ہوگی اور راہب سب ایک ہی راہ کے راہی ہیں۔ اور زندگی کے بارے میں سب کی ایک ہی منطق اور ایک ہی اسلوب ہے جس کا نام ہے زہد۔“ ص ۱۰۱

پھر فرماتے ہیں : ”ہوگی اور راہب اور مسلمان صوفی سب ایک ہی اسلوب سے اللہ کا قرب اور اس کی بارگاہ تک رسائی چاہتے ہیں یعنی تسبیح

کے ذریعہ چنانچہ اللہ کو یہ لوگ اس کے ناموں سے پکارتے ہیں۔ ”وَلِلّٰهِ
الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا“ اور اللہ کے بہترین نام ہیں پس اس کو ان ہی
ناموں سے پکارو۔“

”اور تسبیحات (جہاں) کے ذریعہ ایک خاص قسم کا جوگہ کیا جاتا
ہے جسے منتر جوگہ کہتے ہیں۔ یہ ہندی (سنسکرت) زبان کے لفظ منترام سے
بنائے جس کے معنی تسبیح یا جہاں کے ہیں۔ اور سنسکرت کی ایک خاص
تسبیح (جہاں) یہ ہے کہ جوگی غشوع کے ساتھ ہزاروں بار ”ہری رام“ کے
الفاظ تلاوت کرتا ہے۔ یہ الفاظ ہمارے لفظ ”رعن و رعیم“ کے بالقابل
ہیں۔ اور یہ سنسکرت زبان میں اللہ کا نام ہے۔ اور جوگی اپنی گردن
میں ہزار دانے کی ایک لمبی تسبیح لٹکا رہتا ہے۔“

اس کے بعد ڈاکٹر مصطفیٰ محمود تصوف کے طریقے اور اہل تصوف کے فہم اسلام
کی تعریف کرتے ہوئے مزید آگے بڑھتے ہیں، اور لکھتے ہیں :

”تصوف درحقیقت بلند مدارک کے ذریعہ ادراک کا نام ہے۔ اور صوفی عارف
ہوتا ہے۔“ ص ۱۰۳

پھر ڈاکٹر صاحب موصوف قرآنی آیات کو صوفیوں کی باطنی تفسیر کے سانچے میں
ڈھالنے کے لیے ان کے پیچھے پیچھے دوڑتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

”داود علیہ السلام کے بعض واقعات میں ہے کہ انہوں نے کہا : ”اے میرے
پروردگار! میں تجھے کہاں پاؤں؟“ اس نے کہا : ”اپنے آپ کو چھوڑ، اور آ۔۔۔ اپنے
آپ سے غائب ہو جا۔ مجھے پا جائے گا۔“

اسی سلسلے میں بعض اہل تصوف نے قرآن میں موسیٰ علیہ السلام سے اللہ کی گفتگو
کی تفسیر یوں کی ہے کہ : ”فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ

طوی رتم اپنے جوتے اتار دو۔ تم وادی مقدس طوی میں ہو۔) میں نعلین (دونوں
جوتوں) سے مراد نفس اور جسم ہے۔ یا نفس اور لذات جسم ہیں
لہذا اللہ سے ملاقات ہونے سے کہیں جہاں تک کہ انسان اپنے دونوں جوتے
یعنی نفس اور جسم کو موت یا زلحد کے ذریعہ اتار نہ دے۔“ ص ۱۰۴

پھر ڈاکٹر صاحب مزید آگے بڑھتے ہیں اور فرماتے ہیں :

”صوفی سوال نہیں کرتا۔۔۔ وہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ سے شفا نہیں مانگتا۔ بلکہ اللہ
سے کہتا ہے : میں اللہ کے ارادہ کے بالمقابل اپنے لیے کوئی ارادہ کیونکر بنا سکتا ہوں کہ
اس سے ایسی بات کا سوال کروں جسے اس نے نہیں کیا۔“ ص ۱۰۵

پھر اللہ تعالیٰ کے قول : وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ کے
تفسیر یہ کی ہے کہ ”میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں“
پھر اس صوفیانہ فصل کے خاتمے پر لکھتے ہیں :

”یہی لوگ اہل اسرار، اصحاب قرب و شہود اور برحق اولیا، صاحبین ہیں۔“ ص ۱۰۹
اب دیکھنا یہ ہے کہ اس صوفیانہ منہج نے جو ڈاکٹر موصوف کا اپنا منتخب کردہ ہے
ان پر کیا اثر ڈالا ہے اور اس فکر کا نتیجہ ڈاکٹر موصوف کے یہاں کیا ہے؟

ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے قرآن مجید کی تاویل و تفسیر کا بیڑہ اٹھایا تو لوگوں کے سامنے
کیا چیز لے کر نمودار ہوئے؟ اور رب العالمین سبحانہ و تعالیٰ کی کتاب کا وہ کیا عصری فہم ہے
جو انہوں نے پیش کیا؟ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے فہم کی رسائی کے
چند نمونے پیش خدمت ہیں :

(الف) ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے حسب ارشاد اس درخت کو پہچاننے
کی کوشش کی ہے جس سے کھا کر آدم علیہ السلام نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اس
سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کا اجتہاد خود ان کے حسب ارشاد یہ ہے :

”جنسی اختلاط ہی وہ ممنوعہ درخت تھا جس سے زندگی نے زندگی کو کھالیا اور وہ عدم کے گڑھے میں جاگری“..... اور شیطان جتنا تھا کہ نسل کا درخت موت کے آغاز اور دائمی جنت سے نکالے جانے کا اعلان ہے۔ اس لیے اس کے ایک پیغام رساں نے آدم سے یہ جھوٹ کہا کہ بعینہ یہی درخت ہمیشگی کا درخت ہے۔ اور اسے درغلا یا کہ وہ اپنی بیوی سے جسمانی اختلاط کرے“ ص ۶۲

پھر ڈاکٹر صاحب اسی پر اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ وہ یہ بھی یقین کرتے ہیں کہ حوا، اسی جنسی اختلاط کے دوران حاملہ ہو گئیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

”پھر ہم دیکھتے ہیں کہ درخت چکھ لینے کے بعد قرآن مجید ان دونوں کو یوں خطاب کرتا ہے کہ وہ جمع ہیں۔ چنانچہ کہتا ہے : ”اهبطوا بعضکم لبعض عدو“ (تم سب اتر جاؤ۔ تم میں کا بعض بعض کا دشمن ہوگا۔) حالانکہ اس غلطی سے قبل انہی آیات میں خطاب مثنیٰ (دو) کو ہوا کرتا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس درخت سے کھانا نکالنا کثرت کا سبب بنا۔“

پھر اس ساری ہدیان کے بعد موصوف فرماتے ہیں :

”ان مسائل میں ہمارے لیے قطعی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں۔ بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ وہ درخت اب بھی ایک چیتا ہے۔ اور پیدائش کا معاملہ اب بھی ایک غیبی معاملہ ہے جس کے بارے میں ہم اجتہاد سے زیادہ کچھ کہہ نہیں سکتے۔ اللہ اپنی کتاب کو بہتر جانتا ہے۔ اور صرف وہی ہے جو اس کی تاویل سے آگاہ ہے۔“

میں کہتا ہوں کہ جب معاملہ ایسا ہے تو پھر آپ نے یقین کے ساتھ کوئی بات کیسے کہی، اور ابھی ابھی وہ تفسیر کیسے کردی جو آپ کو شیریں لگ رہی تھی۔ اور اللہ پر اور اس کی کتاب پر جو کچھ چاہا بغیر علم و ہدایت کے کیسے کہہ دیا۔ اور معانی قرآن کے سلسلے میں وہ سارے دعوے کیسے ہانک دئے جو آپ کو تراشش اور رائے کے موافق تھے۔

پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ان سب کے باوجود ڈاکٹر مصطفیٰ محمود خود ہی قرآن کی باطنی تفسیر کرنے والے بہائیوں پر زور و شور سے حملہ آور ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر لکھتے ہیں :

”اور یہ بات حروف کے ظاہر اور کلمات و عبارات کے تقاضوں سے ہٹ کر قرآن کی باطنی تفسیر کرنے کی خطرناکی کو واضح کرتی ہے۔ اور بتلاتی ہے کہ اس قسم کی تفسیریں کس طرح دین کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے پر منتج ہو سکتی ہیں۔ یہ بعینہ وہی عمل ہے جسے خوارج، اثنا عشری، باطنی اور بابی فرقے قرآن مجید کو اپنے اغراض کے سانچے میں ڈھالنے اور ایک دوسرے کا توڑ کرنے کے لیے اختیار کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔“

پھر ڈاکٹر صاحب موصوف مزید لکھتے ہیں :

”اور یہ بات ہمیں تفسیر کے سلسلے میں ایک خاص موقف تک لے جاتی ہے جس کا التزام ضروری ہے۔ اور وہ ہے عبارت سے حرف بحرف جڑے رہنا، اور الفاظ کے ظاہر معنی سے چپکے رہنا۔ یعنی ہم کسی باطنی تفسیر کی طرف خود قرآنی الفاظ کے الہام و اشارہ کے بغیر منتقل نہ ہوں۔ اور ظاہر و باطن ہر صورت قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے کریں۔ اور وہ بھی اس طرح کہ ہماری باطنی تفسیر، الفاظ کے ظاہری مفہوم سے نہ تو ٹکراتی ہو اور نہ اس کی نفی کرتی ہو۔“ (المحاذلہ ص ۱۲۲، ۱۲۳)

یہ عجیب بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے باطنی تفسیر کی خطرناکی کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے ان سب کے باوجود خود اپنے لیے اس کا دروازہ کھول رکھا ہے، تاکہ اپنی آرزو کے مطابق جو کچھ کہنا چاہیں کہہ سکیں۔ چنانچہ موصوف نے جنت اور جہنم کو حقیقی اور محسوس جہنم کے بجائے معنوی عذاب اور نعمت قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ مجھے شہدنا پسند

ہے۔ اور جب سے میں نے سنا ہے کہ جنت میں شہد کی نہریں ہوں گی، میری طبیعت کو انقباض ہو گیا ہے۔ اسی طرح موصوف نے باشندگان چین کو یا جوج مابوج قرار دیا ہے۔ اور حدیث میں جس دجال کا ذکر ہے اس سے مراد موجودہ سائنس قرار دی ہے۔ کیونکہ یہ سائنس ایک آنکھ سے صرف دنیا کی طرف دیکھتی ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لیے تیراکی کے لباس کو اللہ کے خلق میں تفکر کا تقاضا اور ضرورت کا لباس قرار دیا ہے۔ یہ ان کی تاویلات کا مشتمل نمونہ از خردارے ہے۔

باقی رہا ان کا استاد محمد محمود طہ سودانی، جس کی باتیں موصوف نے نقل کی ہیں تو یہ وہ شخص ہے جسے تاویلات نے اس مقام تک پہنچایا کہ اس نے اپنے اوپر سے شریعت ساقط کر لی۔ چنانچہ وہ نماز نہیں پڑھتا۔ کیونکہ وہ اللہ کے مرتبہ کو پہنچ گیا ہے۔ اور اسے قرآن میں اثر کثرت مل گئی ہے۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے: ”وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ“ (لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ آپ کہیں کہ زائد مال) عفو کا مطلب اس شخص کے خیال میں یہ ہے کہ وہ مال جو حاجت ضروریہ سے فالتو ہو۔ اور اس کا مطلب اس شخص کے نزدیک یہ ہے کہ مال اکٹھا کرنا جائز نہیں۔ اور زائد کمائی ساری کی ساری خرچ کر دینی ضروری ہے۔

ان ساری خرافات اور لاف و گزاف کے باوجود اس قسم کے خیالات کو رواج حاصل ہوا۔ میں نے سودان کی نام نہاد جمہوری پارٹی کے بہت سارے افراد سے بحث و گفتگو کی ہے۔ اور قارئین کرام کو تعجب ہو گا کہ اس قسم کے باطنی افکار کو یونیورسٹیوں کے اساتذہ، دکلاء، مدرسین اور طلبہ نے اختیار کر رکھا ہے۔ اور وہ ان خیالات کی مدافعت عجیب جاں سوزی سے کرتے ہیں۔ پس اس سے بڑھ کر خطرے کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟



۳۔ اسلامی عقیدہ کی بربادی

صوفیانہ افکار سب سے پہلے جس چیز کو تباہ و برباد کرتے اور بدلتے ہیں، وہ ہے صاف ستھرا اسلامی عقیدہ، عقیدہ کتاب و سنت۔ کیونکہ صوفیانہ افکار دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہر قسم کے جدید و قدیم فلسفوں، خرافات اور لاف و گزاف کا پورا پورا معجون مرکب ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی کفر، زندقہ اور الحاد ایسا نہیں جو صوفیانہ افکار میں داخل ہو کر صوفی عقیدے کا ایک جزو نہ بن گیا ہو۔ چنانچہ ایک طرف وحدۃ الوجود کا قول ہے کہ جو کچھ موجود ہے وہ اللہ ہی ہے۔ تو دوسری طرف مخلوق میں اللہ کی ذات یا صفات کے حصول کا قول ہے۔ کہیں معصوم ہونے کا دعویٰ ہے تو کہیں غیب سے تلقی اور حصول کی ترنگے ہے۔ کہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے عالم کا قبۃ اور عرش پرستی قرار دیا جا رہا ہے، تو کہیں کہا جاتا ہے کہ اولیاء کرام دنیا کا نظام چلاتے اور کائنات پر حکومت کرتے ہیں۔ غرض کہا جاسکتا ہے کہ روئے زمین پر کوئی بھی شرکیہ عقیدہ ایسا نہیں پایا جاتا جسے صوفیانہ افکار کی طرف منتقل نہ کر لیا گیا ہو، اور اس کو آیات و احادیث کا لباس نہ پہنا دیا گیا ہو۔ بلکہ کوئی بھی صوفی جو یہ جانتا ہو کہ تصوف کیا ہے میں اسے پیانچ کرتا ہوں کہ وہ اپنے عقیدہ کے مطابق یہ ثابت کر دے کہ ابلیس کا فرادہ جہنمی ہے۔ اور فرعون کا فرادہ جہنمی تھا۔ اور نبی اسرائیل کے جن لوگوں نے چھڑے کی پوجا کی تھی انہوں نے غلطی کی تھی۔ اور آجکل جو بوکے گائے کی پوجا کرتے ہیں وہ کافر ہیں۔ کوئی بھی صوفی جو جانتا ہو کہ تصوف کی حقیقت کیا ہے میں اسے پیانچ کرتا ہوں کہ وہ ان باتوں کو ثابت کر دے۔

کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ باتیں ثابت کیوں نہیں کی جاسکتیں جبکہ یہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں۔ اور ہر مومن ان کی گواہی دیتا ہے۔ اور جو اس میں شک کرے وہ خود ہی کافر ہے۔ جواب یہ ہے کہ اگر صوفی ان باتوں کو ثابت کر دے تو وہ عقیدہ تصوف ہی سے کو مطعون کر دے گا۔ اور اپنے اکابر اور بزرگوں کو مشکوک ٹھہرا دے گا۔ بلکہ اپنے بڑے بڑے رہنماؤں اور اساطین کو کافر قرار دے دیگا۔ اور نتیجہ کے طور پر وہ خود تصوف کے دائرہ سے باہر ہو جائے گا۔ کیونکہ صوفیوں کے شیخ اکبر بدین ابن عربی کا دعویٰ ہے کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو جانتا تھا۔ اور جن لوگوں نے بھڑے کی پوجا کی تھی انہوں نے اللہ ہی کو پوجا تھا۔ کیونکہ بھڑا بھی۔ اس کے خبیث عقیدے کی رو سے۔ اللہ تعالیٰ ہی کا ایک روپ تھا۔ (تعالیٰ اللہ عنہ ذللاً علواً کبیراً) بلکہ اس شخص کے نزدیک بتوں کے پجاری بھی اللہ تعالیٰ ہی کی پوجا کرتے ہیں۔ کیونکہ اس شخص کے نزدیک یہ سارے جدا جدا روپ بھی اللہ ہی کے روپ ہیں۔ وہی سورج اور چاند ہے۔ وہی جن دانس ہے۔ وہی فرشتہ اور شیطان ہے۔ بلکہ وہی جنت اور جہنم ہے۔ وہی حیوان اور پڑ پودا ہے اور وہی مٹی اور اینٹ پتھر ہے۔ لہذا زمین پر جو کچھ بھی پوجا جائے وہ اللہ کے سوا کچھ نہیں۔ ابلیس بھی ابن عربی کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہی کا ایک جزو ہے۔ (تعالیٰ اللہ عنہ ذللاً علواً کبیراً)

دچسپ بات یہ ہے کہ اس ملعون عقیدہ کو (جس سے بڑھ کر گندہ، بیہودہ، بدبودار اور بدکردار نہ عقیدہ روئے زمین نے کبھی نہ دیکھا ہوگا) صوفیاء حضرات سراً و علاناً (رازوں کا راز) غایتوں کی غایت، ارادوں کا منتہا، پہنچے ہوئے کا ملین کا مقام اور عارفین کی امیدوں کی آخری منزل قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بددنیوں، زندیقیوں، برہمنوں، ہندوؤں اور یونان کے پرانے فلسفیوں کا عقیدہ ہے۔ اور اس کے بعد تصوف میں جو برائی بھی داخل ہوئی وہ یقیناً اسی ملعون عقیدے کی تاریکی میں چھپ کر داخل ہوئی۔ اور یہ ایسی حقیقت ہے کہ آج روئے زمین پر تصوف کی حقیقت کو جاننے والا کوئی بھی صوفی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اور

نہ اسے برا کہہ سکتا ہے۔ بلکہ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ ان لوگوں کا علم صرف ابواب ذوق اور اہل معرفت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات واضح عربی زبان میں صاف صاف لکھی ہوئی ہے۔ ان حضرات نے اسے ضخیم ضخیم جلدوں میں لکھا ہے۔ اور نثر اور شعر اور قصوں اور امثال سے اس کی شرح کی ہے۔

البتہ بعض اہل تصوف اس سلسلے میں یہ معذرت کرتے ہیں کہ یہ بات وجد کے غلبے اور شطیاتی کے طور پر کہی گئی ہے۔ مگر معلوم ہے کہ شطیہ در حقیقت مدہوشی، پاگل پن اور جنون کو کہتے ہیں۔ اور اہل تصوف کا دعویٰ ہے کہ ان کے یہ احوال کامل ترین احوال ہیں۔ اس لیے سوال یہ ہے کہ جنون اور پاگل پن کمال کیونکر ہو سکتا ہے۔ پھر جو بات دیوں جلدوں میں لکھی اور مدون کی گئی ہے، اور جسے تصوف کی غایۃ الغایات اور امیدوں کی آخری منزل قرار دے کر لوگوں کو اس کی دعوت دی جا رہی ہے وہ بات شطیاتی (پاگل پن کی بات) کیسے ہو سکتی ہے؟

کبھی کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ باتیں گھڑ کر ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔۔۔۔۔ مگر یہ بھی در حقیقت صوفیوں کے جھوٹ اور فریب کاری کا ایک حصہ ہے۔ میں ہر صوفی کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ کسی معین عبارت کو ذکر کر کے بتائے کہ یہ غلط طور پر ان کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ یا کسی خاص اور معین عقیدے کو ذکر کر کے بتائے کہ فلاں لکھنے والے کی طرف اسے غلط طور پر منسوب کیا گیا ہے۔ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے، جبکہ اس سلسلے میں پوری پوری کتابیں لکھ ماری گئی ہیں۔ آراستہ و پیراستہ عقیدے تصنیف کر ڈالے گئے ہیں۔ اور موزوں و خوش آہنگ قصیدے کہہ ڈالے گئے ہیں۔ میں کسی بھی صوفی کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ بتائے کہ یہ عقیدہ غلط طور پر منسوب ہے۔ یا فلاں معین قول غلط طور پر منسوب ہے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کہے گا تو پھر سارا کاسار تصوف جھوٹا اور غلط انتساب کا مجموعہ بن جائے گا۔ اور یہی بات برحق بھی ہے۔ کیونکہ تصوف کے یہ بڑے بڑے جفاکاری یعنی حلاج، بسطامی، جیلی،

ابن سبعین، ابن عربی، نابلسی، تيجانی وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب درحقیقت اس امت میں غلط طور پر گھسائے گئے اور اس امت کی طرف غلط طور پر منسوب کئے گئے ہیں۔ انہوں نے اللہ کے رسول پر بھڑکھڑا ہے۔ اللہ کے دین میں باطل بات کہی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا زعم ہے کہ وہ خود اللہ ہے جو کائنات میں تصرف کرتا ہے۔ اور ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے اس کائنات کا ایک حصہ اس کو سونپا ہے۔ ان میں سے ہر کوئی سمجھتا ہے کہ وہ ولی کامل ہے جس کے پاس صبح و شام وحی آتی ہے۔ بلکہ وہ غیب سے واقف ہے اور لوح محفوظ کو پڑھتا ہے۔ اللہ نے اس کو خاتم الاولیاء بنایا ہے۔ اور اسے دنیا کا قبلہ اور ساری مخلوق کے لیے معجزہ اور مینار قرار دیا ہے۔ نبی کے بعد براہ راست اسی کا درجہ و مقام ہے۔ نبی ان کے نزدیک عرش رحمانی پر مستولی و مستوی ہے۔ یعنی عرش پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے سوا کچھ نہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے نزدیک تمام ذات میں سب سے پہلا وجود ہیں۔ اور تمام تعینات میں سب سے پہلا تعین ہیں۔ وہی اللہ کے عرش پر مستوی ہیں۔ وہی سارے انبیاء کی طرف وحی بھیجتے ہیں۔ اور سارے اولیاء کو الہام کرتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے خود اپنی طرف سے اپنے پاس وحی بھیجی۔ یعنی انہیں نے وحی کو آسمان پر جبریل کے حوالے کیا۔ اور زمین پر ان سے وصول کیا۔

مسلمانو! کبھی آپ لوگوں نے کوئی ایسا عقیدہ سنا ہے جو اس درجہ بے حیائی، خست، گراؤ، کفر اور بے دینی لیے ہوئے ہو؟..... یہ بے صوفیوں کا عقیدہ، اور یہ ہے ان کی میراث، اور یہ ہے ان کا دین..... محمد اللہ ہم نے یہ ساری باتیں تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب ”الفکر الصوفی فی ضوء الکتاب والسنة“ کے دوسرے ایڈیشن میں بیان کر دی ہیں۔ اور ہر بات کے ثبوت سے ان زندیقیوں کی کتابوں سے لمبی لمبی عبارتیں نقل کر دی ہیں۔ یہ زندیق آئے بھی دنیا کے سامنے یوں ظاہر

ہوتے ہیں کہ گویا وہ اللہ کے ولی اور محبوب ہیں، دلوں کی کنجیوں کے مالکے ہیں۔ اور ان کے پاس مسلمانوں کو تارکیوں سے نکال کر روشنی میں لانے کے لیے تربیت کا بہترین اور افضل طریقہ ہے۔ حالانکہ یہ ہے ان کا عقیدہ اور یہ ہے ان کا طریقہ، جو مسلمانوں کا دین بگاڑنے اور لوگوں کو رب العالمین کے پیغام سے ہٹانے اور بہکانے کا کام کرتا ہے۔



۴۔ فسق و فجور اور اباحت کی دعوت

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد پہلے پہل تقویٰ پر تھی وہ غلطی پر ہیں۔ ان متعلق ابن جوزی رحمہ اللہ کی زبانی حسب ذیل حکایت سنئے۔ وہ ابوالفتہ سم بن علی بن حسن تنوخی عن ابیہ کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ :

مجھے اہل علم کی ایک جماعت نے بتایا کہ شیراز میں ایک شخص تھا جو ابن خفیف بغدادی کے نام سے معروف تھا۔ اور وہاں صوفیوں کا شیخ (پیر) تھا۔ صوفیاء اس کے پاس جمع ہوتے۔ اور وہ دل میں گذرنے والے خیالات اور دوسووں کے متعلق باتیں کرتا۔ اس کے حلقہ میں ہزاروں آدمی جمع ہوتے۔ وہ بڑا خوشحال، چالاک اور ماہر تھا۔ اس نے کمزور لوگوں کو اس مذہب میں پھنسا رکھا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے شاگردوں میں سے ایک آدمی مر گیا، اور اپنی صوفی بیوی کو چھوڑ گیا۔ اس کے پاس بڑی

تعداد میں صوفی عورتیں جمع ہوئیں۔ اس ماتم میں ان کے سوا کوئی اور عورت شامل نہ تھی۔ جب لوگ اس آدمی کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو ابن خفیف اور اس کے خواص شاگرد جو خاص بڑی تعداد میں تھے اسکے گھر آئے۔ اور عورت کو صوفیوں کی باتوں کے ذریعہ تسلی دینے لگے۔ یہاں تک کہ اسنے کہا کہ مجھے تسلی ہوگئی۔ تب ابن خفیف نے اس عورت سے کہا: یہاں غیر بھی ہیں؟ اس نے کہا نہیں غیر نہیں ہیں۔ اسنے کہا: پھر نفس پر غم و الم کی آفتوں کو لازم کرنے اور اسے رنج و غم کے عذاب میں مبتلا رکھنے سے کیا فائدہ؟ آخر ہم کس بنا پر امتزاج (آپس میں غلط ملط ہونے) کو چھوڑ دیں، کیونکہ اس سے انوار ایکے دوسرے سے ملیں گے، روہیں صاف ہونگی، آمد و رفت ہوگی اور برکتیں نازل ہونگی۔ اسکے جواب میں ان عورتوں نے کہا: اگر آپ چاہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مردوں اور عورتوں کی جماعتیں ایکے دوسرے سے رات بھر بھڑی اور غلط ملط رہیں اور جب صبح ہوئی تو نکل بھاگیں۔

اس واقعہ کے راوی محسن کہتے ہیں: ابن خفیف نے جو یہ کہا تھا کہ کیا یہاں غیر ہیں؟ تو اس کا مطلب یہ تھا کہ کیا یہاں کوئی ایسا بھی ہے جو ہمارے مذہب کے موافق نہیں۔ اور عورت کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ ہمارا کوئی مخالف موجود نہیں۔ ابن خفیف نے جو یہ کہا تھا کہ ہم امتزاج کو کیوں چھوڑ دیں، تو اس کا مطلب یہ تھا کہ دلی میں اختلاط ہونا چاہیے۔ (یعنی ایک ایک مرد کئی کئی عورتوں سے، اور ایک ایک عورت کئی کئی مردوں سے دلی کریں اور کرائیں۔) اور یہ جو کہا کہ اس سے انوار ایکے دوسرے سے ملیں گے تو ان کا عقیدہ ہے کہ ہر جسم میں ایک خدائی نور ہے (پس بدکاری کے نتیجہ میں مرد اور عورت کے اندر موجود خدائی نور ایک دوسرے سے مل جائے گا۔ العیاذ باللہ) اور یہ جو کہا کہ آمد و رفت ہوگی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے جس کا شوہر مر گیا، یا سفر میں چلا گیا، اس کی جگہ دوسرا شخص آجائے گا۔ محسن کہتے ہیں کہ یہ میرے نزدیک ایک عظیم واقعہ ہے۔ اگر مجھے اس کی اطلاع

ایک ایسی جماعت نے نہ دی ہوتی جو جھوٹ سے دور و نفور ہے تو یہ میرے نزدیک اتنا عظیم واقعہ ہے، اور دارالاسلام میں ایسی بات کا پیش آنا اس قدر مستبعد ہے کہ میں اسے بیان ہی نہ کرتا۔

وہ کہتے ہیں کہ: مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ اور اس جیسی باتیں پھیل کر عضد الدولہ تک جا پہنچیں، اور اس نے ان کے ایکے گروہ کو گرفتار کر کے کوڑوں سے پٹائی کی، اور ان کے مجمع کو پرانگندہ کیا، تب وہ اسے باز آئے۔ اہ غرض تمہیں یقین کرنا چاہیے کہ یہ گروہ اپنے ہر دور میں محض بددنیوں، جھوٹے مدعیوں اور زندیقوں کا مجموعہ رہا ہے، جو بظاہر تو شریعت کے پاک و صاف ظاہر کی پابندی کرتا تھا۔ مگر نگاہوں سے پس پردہ کفر و فسق اور زندقہ چھپائے رکھتا تھا۔ اسی لیے ابن عقیل حتمی طور پر کہتے تھے۔ جیسا کہ ابن جوزی نے ان سے نقل کیا ہے۔ کہ یہ لوگ زندیق، ملحد اور دین کے جھوٹے دعویٰ دار ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: "ان فارغ اور اثبات سے خالی لوگوں کی طرف کان لگانے سے خدا کے لیے بچو۔ یہ نرے بددین لوگ ہیں جو ایکے طرف مزدوروں کا لباس یعنی گدڑی اور اون پتنتے ہیں اور دوسری طرف بدکردار بددنیوں والے اعمال کرتے ہیں، یعنی کھاتے اور پیتے ہیں، ناچتے اور تھرکتے ہیں، عورتوں اور لونڈوں سے چاہتے ہیں۔ اور شریعت کے احکام چھوڑتے ہیں۔ زندیقوں کو بھی جرات نہیں دھونی تھی کہ شریعت کے احکام چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ اہل تصوف کا ظہور ہوا تو وہ بدکاروں کی روش سا تھلائے۔"

۱۔ تبلیس ابلیس ص ۲۱۱۳۴۰

۲۔ " " ص ۲۱۳

یاد رہے کہ ابن عقیل رحمہ اللہ نے یہ بلیغ عبارت اپنے زمانہ کے صوفیوں کے احوال درج کرنے کے بعد لکھی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

ابن عقیل صوفیوں کی سیاہ کاریاں بیان کرتے ہیں

”میں کئی وجہوں سے صوفیوں کی مذمت کرتا ہوں جن کے فعل کی مذمت کو شریعت نے ضروری قرار دیا ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ : ”انہوں نے بیکاری کے اڈے یا اُحدی خانے قائم کر رکھے ہیں۔ اس سے مراد ان کی خانقاہیں ہیں جہاں وہ مساجد کی جماعتوں سے کٹ کر پڑے رہتے ہیں۔ یہ خانقاہیں نہ توسیع ہیں نہ مکانات نہ دکانیں۔ وہ ان خانقاہوں میں اعمال معاش سے کٹ کر محض بیکار پڑے رہتے ہیں۔ اور کھانے پینے اور ناپھنے گانے کیلئے جانوروں کی طرح اپنے بدن کو موٹا کرتے ہیں۔ اپنی چمکے دیکھ دیکھنے اور رنگاھوں کو خیرہ کرنے کیلئے گڈڑی اور سوہنہ راعتما کرتے ہیں۔ اور عوام اور عورتوں پر اثر انداز ہونے والے مختلف رنگے کے ثعبان دکھلاتے ہیں۔ جیسے ریشم کے مختلف رنگوں سے سقلاطون کی چمکے دکھلائی جاتی ہے۔ یہ مختلف صورتیں بنا کر اور لباس پہن کر عورتوں اور بے دار بھی موچھ کے نوخیز لڑکوں کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں۔ اور جس گھر میں داخل ہوتے ہیں اگر وہاں عورتیں ہوں تو یہ ان عورتوں کا دل ان کے شوہروں سے بگاڑ کر بھی نکلتے ہیں۔ پھر یہ لوگ ظالموں، فاجروں اور لٹیروں مثلاً غبرداروں، فوجیوں اور ناجائز ٹیکس لینے والوں سے کھانے اور غلے اور روپے پیسے قبول کرتے ہیں۔ بے دار بھی موچھ کے نوخیز لڑکوں کو سماع کی مجلسوں میں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور مجمع کی روشنی میں مجموعوں کے اندر انھیں کھینچتے ہیں۔ اجنبی عورتوں سے ملتے جلتے ہیں۔ اور اس کے لیے یہ

دلیں دیتے ہیں کہ انھیں خرقة پہنانا ہوتا ہے۔ اور حلال بلکہ ضروری سمجھتے ہیں کہ مستی میں جس شخص کے کپڑے گر جائیں اس کے کپڑوں کو آپس میں بانٹ لیں۔ یہ لوگ اس مستی کو وعدہ کہتے ہیں، اور دعوت کو وقت کہتے ہیں اور لوگوں کے کپڑے بانٹنے کو حکم کہتے ہیں۔ اور جس گھر میں ان کی دعوت کی گئی ہو وہاں سے اسی وقت نکلتے ہیں جب کہ ایک دوسری دعوت کو لازم کر لیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ دعوت واجب ہو گئی۔ حالانکہ ان باتوں کا عقیدہ رکھنا کفر، اور انھیں کرنا فسق ہے۔

ان کا یہ بھی عقیدہ یہ کہ سازگی بجا کر گانا گانا عبادت ہے۔ ہم نے ان سے سنا ہے کہ حدی خوانی اور محل کی آمد کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ بھی عبادت ہے۔ حالانکہ یہ بھی کفر ہے۔ کیونکہ جو شخص مکروہ اور حرام کام کو عبادت سمجھے وہ اپنے اس عقیدے کی وجہ سے کافر ہو گیا۔ جبکہ باقی لوگوں کے لیے وہ کام صرف حرام یا مکروہ ہی رہا۔

اور اہل تصوف اپنے آپ کو اپنے شیخ (پیر) کے حوالہ کرتے ہیں۔ پس اگر ان کے شیخ کے درجہ و مقام کی بات آتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ شیخ پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ پھر اس شیخ کی رسی کے کھلنے اور شیطانی نامی کفر و ضلالت والے اقوال کے دھاگے میں منسلک ہونے اور فسق و فجور کے معلوم و معروف کاموں میں ملوث ہونے کا حال نہ پوچھو۔ اگر وہ شیخ کسی خوب روئے کو بوسہ لیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ رحمت ہے۔ اگر کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ اس کی بیٹی ہے، اور اس نے خرقة پہن رکھا ہے۔ اور اگر وہ کوئی کپڑا اس کے مالک کی رضامندی کے بغیر دوسرے تقسیم کرتا ہے تو کہا جاتا ہے خرقة کا فیصلہ ہے۔ ابن عقیل کہتے ہیں کہ : حالانکہ مسلمانوں کا کوئی شیخ ایسا نہیں جس کو اس کے حال پر چھوڑا جاسکے اور اس کے احوال تقسیم کے جائیں

کیونکہ یہاں کوئی شیخ ایسا نہیں جو دائرہ تکلیف میں داخل نہ ہو۔ پھر پاگلوں اور بچوں کے ہاتھ پر مارا جاتا ہے۔ اور یہی سلوک چوپایوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے کہ خطاب کے بدلے مار پیٹا ہے۔ (پس صوفیوں کے مشائخ کو ان کے حال پر کیوں کر چھوڑا جاسکتا ہے) ہاں اگر کوئی شیخ ایسا ہوتا جسے اس کے حال پر چھوڑا جاسکتا تو وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوتے۔ مگر ان کا بھی ارشاد ہے کہ: "اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو"۔ یہ نہیں فرمایا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ کس طرح آپ پر بھی صحابہ نے اعتراض کیا۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھو کہ انہوں نے آپ سے کہا کہ ہم نماز قصر کیوں کریں جب کہ ہم حالت امن میں ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے صحابی نے کہا کہ آپ ہمیں وصال سے (یعنی بغیر افطار پے در پے روزہ رکھنے سے) کیوں منع کرتے ہیں، جبکہ آپ خود وصال کرتے ہیں؟ اور ایک اور صحابی نے کہا کہ آپ ہمیں حج کے احرام کو عمرہ میں تبدیل کرنے کا حکم دے رہے ہیں، اور خود ایسا نہیں کر رہے ہیں؟ پھر اور آگے بڑھو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہوتا ہے۔ یعنی تخلیق آدم کے موقع پر اس سے فرشتے کہتے ہیں: "اجتمع فیہا" (اے اللہ کیا زمین میں ایسی مخلوق کو بنائے گا جو فساد مچائے گی۔ الخ) اسی طرح اللہ تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: "اتھلکنا بما فعل السفهاء منا" (کیا تو ہمارے بیوقوفوں کی کرنی پر ہمیں ہلاک کرے گا۔)

واضح رہے کہ صوفیوں نے یہ بات (کہ شیخ پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا) اپنے اگلوں کے دلوں کو خوش کرنے، اور تابعداروں اور مریدوں پر اس کے سلوک کا سنگہ بٹانے کے لیے ایجاد کی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فاستخف قومہ فاطاعوہ" (فرعون نے اپنی قوم کو حقیر جانا تو انہوں نے اس کی بات مان لی) اور غالباً یہ بات ان ہی لوگوں نے ایجاد کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بندہ جب اپنے آپ کو پہچان

نے تو جو بھی کرے اے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ حالانکہ یہ غایت درجہ بددینی اور گمراہی ہے۔ کیونکہ فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ عارف جس حال تک پہنچتا جاتا ہے اس پر تکلیف کا دائرہ اسی قدر تنگ ہوتا جاتا ہے۔ جیسے انبیاء کے حالات تھیں کہ انہیں صفائے کے سلسلہ میں بھی تنگی کے اندر رکھا جاتا ہے۔ پس ان فارغ اور اثبات سے خالی لوگوں کی طرف کان لگانے سے خدا کے لیے بچو، خدا کے لیے بچو، یہ لوگ محض زندیق ہیں جنہوں نے ایک طرف مزدوروں کا لباس یعنی گدڑی اور اون پہن رکھا ہے۔ اور دوسری طرف بے حیا اور بدکردار ملاحوں کا عمل اپنا رکھا ہے۔ یعنی کھاتے پیتے ہینا چتے تھرکتے ہیں۔ عورتوں اور لونڈوں سے گانے سنتے تھیں۔ اور شریعت کے احکام چھوڑتے تھیں۔ زندیقیوں نے بھی شریعت کو چھوڑنے کی جرات نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ اہل تصوف آئے تو بدکاروں کی روش بھی ساتھ لائے۔

صوفیاء اور گانے کی حلت

پھر ابن عقیل رحمہ اللہ ان کے زندقہ اور کفر کا حال بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے اپنے خیال میں شریعت اور حقیقت کے درمیان تفریق کی۔ اور نشہ اور حشیش (گانجا اور بھنگ وغیرہ) کو حلال ٹھہرایا۔ بلکہ یہی وہ گروہ ہے جس نے پہلے پہل اس گانے کا انکشاف کیا۔ اور مسلمانوں کے درمیان اس کو رواج

دیا۔ اسی طرح انہوں نے گانے اور مرد و عورت کے اختلاط کو حلال ٹھہرایا۔ اور یہ کہہ کر کفر و زندقہ کے اظہار کو بھی حلال ٹھہرایا کہ یہ احوال و شیطیات ہیں۔ اور ضروری ہے کہ ان پر نکیر نہ کی جائے۔ کیوں کہ یہ مجذوب لوگ ہیں۔ یا (ان کے خیال میں) بارگاہ پروردگار کے مشاہدہ میں مشغول لوگ ہیں۔

ابن عقیل کہتے ہیں کہ سب سے پہلے تو انہوں نے نام گھڑے۔ اور حقیقت و شریعت کا بکھیرا کھڑا کیا۔ حالانکہ یہ بری بات ہے۔ کیونکہ شریعت کو حق تعالیٰ نے مخلوق کی ضرورت کے لیے وضع کیا ہے تو اب اس کے بعد حقیقت نفس کے اندر شیطان کے القاء کیے ہوئے و سوئوں کے سوا اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ جو شخص بھی شریعت سے الگ ہو کر کسی حقیقت کا متلاشی ہو وہ بیوقوف اور ضریب خوردہ ہے۔

پھر ان صوفیاء کے سامنے کوئی شخص حدیث روایت کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ مسکین لوگ ہیں۔ اپنی حدیث مڑے سے روایت کرتے ہیں، جو کسی اور مڑے سے روایت کرتا ہے جبکہ ہم نے اپنا علم اس زندہ و پائندہ ہستی سے لیا ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ لہذا اگر کوئی شخص حدیثی ابی عن جدی کہتا ہے (یعنی میرے باپ نے میرے دادا سے حدیث روایت کی) تو میں حدیثی قلبی عن ربی کہتا ہوں۔ (یعنی میرا دل نے میرے پروردگار سے روایت کیا)۔ غرض ان غرافات کے ذریعہ یہ خود بھی برباد ہوئے اور کم عقلوں کے دلوں کو بھی برباد کیا۔ اور عبرت کی بات یہ ہے کہ اسی کے لیے ان پر مال خرچ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ فقہاء و تومثل اطباء کے ہیں۔ اور دوا کی قیمت پر خرچ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مگر ان لوگوں پر خرچ کرنا ایسا ہی سہل ہے جیسا ناچنے اور گانے والیوں پر خرچ کرنا۔

اور فقہاء سے ان کا بغض ایک بڑا زندقہ (بددینی) ہے۔

کیونکہ فقہاء اپنے فتاویٰ کے ذریعہ ان کی گمراہی اور فسق سے روکتے ہیں۔ اور حق گراں گذرتا ہے جیسے زکاة گراں گذرتی ہے۔ لیکن گانے والی عورتوں پر مال بچاؤ کرنا اور شعراء کو ان کے مدحیہ قصیدوں پر عطیہ دینا کس قدر آسان معلوم ہوتا ہے۔ یہی حال اہل الحدیث سے ان کے بغض کا ہے۔

پھر انہوں نے عقل کو زائل کرنے کے لیے شراب کے بدلے ایک دوسری چیز اختیار کی ہے جس کا نام عیش و سرور رکھا ہے۔ یعنی گانہ، افیون اور جھنگے، اور حرام گانے بجانے کا نام سماع اور وجد رکھا ہے۔ حالانکہ جو وجد عقل کو زائل کر دے اس سے تعرض حرام ہے۔ اللہ شریعت کو اس طائفہ کے شر سے محفوظ رکھے جو لباس کی نفاست، زندگی کی بہار اور شیریں الفاظ کی فریب کاری کا جامع ہے، اور جس کے پیچھے احکام الہی کو ختم کرنے اور شریعت کو چھوڑنے کے سوا کچھ نہیں۔ اسی لیے یہ دلوں پر ہلکے ہو گئے ہیں۔ اور ان کے باطل پر ہونے کی اس سے زیادہ واضح دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا پرست ان سے ایسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی محبت کھیل کود والوں سے اور ناچنے گانے والیوں سے کرتے ہیں۔

اس کے بعد ابن عقیل کہتے ہیں :

اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یہ لوگ توصات ستھرے، اچھے طور طریقے والے اور بااخلاق لوگ ہیں، تو میں ان سے کہوں گا کہ اگر یہ لوگ کوئی ایسا طریقہ نہ اپنائیں جس سے اپنے جیسے لوگوں کا دل کھینچ سکیں تو ان کی عیش و عشرت ہمیشہ رہ ہی نہ سکے گی۔ اور ان کا جو حال تم ذکر کر رہے ہو وہ تو عیسائیوں کی رہبانیت ہے۔ اور اگر تم دعوتوں کے اندر طفیلی بننے والوں اور ہندوؤں کے زرخوں کی صفائی ستھرائی دیکھو، اور ناچنے گانے والیوں کی نرم اخلاقی کا

مشاہدہ کرو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کا طریقہ ظرافت اور فریب کاری کا طریقہ ہے۔ آخر لوگوں کو طور طریقے یا زبان ہمارے تو دھوکہ دیا جاسکتا ہے۔ اگر ان لوگوں کے پاس علم کی گہرائی بھی نہ ہو اور کوئی طور طریقہ بھی نہ ہو تو آخر یہ کس طرح مالداروں کا دل کھینچیں گے۔ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ احکام الہی کی تعمیل مشکل کام ہے۔ اور بدکاروں کے لیے اس سے زیادہ کوئی بات آسان نہیں کہ معاشرے سے الگ تھلگ رہیں۔ اور اس سے زیادہ کوئی مشکل بات نہیں کہ شریعت کے اوامر و نواہی کی روشنی میں صادر ہونے والی رکاوٹ کی پابندی کریں۔ درحقیقت شریعت کے لیے متکلمین اور اہل تصوف سے بڑھ کر کوئی قوم نقصان دہ نہیں۔ کیونکہ یہ لوگ (متکلمین) لوگوں کے عقائد کو عقلی شگھات کا وہم دلا کر فاسد کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ (اہل تصوف) لوگوں کے اعمال کو خراب کرتے، دین کے قوانین کو ڈھاتے، بیکاری کو پسند کرتے اور گانے وغیرہ سننے سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ حالانکہ سلف ایسے نہیں تھے۔ بلکہ عقائد کے باب میں بندہ تسلیم و رضا تھے۔ اور دوسرے ابواب میں حقیقت پسند و جفاکش۔

وہ کہتے ہیں: اپنے بھائیوں کو سیری نصیحت یہ ہے کہ ان کے دلوں کے افکار میں متکلمین کی بات نہیں پڑنی چاہیے، اور ان کا کان صوفیوں کی خرافات کی طرف نہیں لگنا چاہیے۔ بلکہ معاش کے کام میں مشغول ہونا صوفیوں کی بیکاری سے بہتر ہے۔ اور ظواہر پر کھڑے رہنا نام نہاد دین پسندوں کی دقت پسندی سے افضل ہے۔ میں نے دونوں گروہوں کے طریقے آزمائے ہیں، ان لوگوں کا مشہاء کمال شک ہے، اور ان لوگوں کا مشہاء کمال مشطع ہے۔

۲۵۰، ۲۴۲ میں انہیں ۲۵۰

● پھر یہ برا اور رسوا کن حال جس کو ابن عقیل نے بیان کیا ہے اور ابن جوزی نے نقل کیا ہے یہ برابر قائم رہا۔ بلکہ اس کے بعد جو صدیاں آئیں وہ مزید جہل و تاریکی کی صدیاں تھیں۔ کیونکہ ان صدیوں میں اہل تصوف نے اسلامی سرزمین میں خوب بگاڑ اور خرابی مچائی۔ اور اسے دین اور اسلام کے نام پر فسق و فجور سے بھر دیا۔ اور صرف عقل اور عقیدے ہی کو بگاڑنے پر کتفا نہیں کیا، بلکہ اخلاق و آداب کو بھی تباہ و برباد کیا۔

پھر پھر یہ عبد الوہاب شعرائی ہے جس نے اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں صوفیوں کی ساری بدکاریوں، خرافات اور دھرت کو جمع کیا ہے۔ اور سارے پاگلوں، مجذوبوں، لونڈے بازوں اور ہم جنسی کے خورگروں، بلکہ سر راہ کھام کھلا جانوروں کے ساتھ بد فعلی کرنے والوں کو اولیاء اللہ قرار دیا ہے۔ اور انہیں عارفین اور اہل کرامت کی لڑی میں پرو دیا ہے۔ اور ان کی طرف فضائل اور مقامات سلوک کی نسبت کی ہے۔ اور اسے دراشرم نہ آئی کہ وہ ان کی ابتداء بوبکر صدیق پھر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین سے کرتا ہے۔ پھر اسی لڑی میں ایسے شخص کو بھی پروتا ہے جو دن دھاڑے کھام کھلا لوگوں کے رو برو گدھی کے ساتھ بد فعلی کرتا تھا۔ اور ایسے شخص کو بھی پروتا ہے جو زندگی بھر غسل نہیں کرتا تھا، یا زندگی بھر کپڑے سے ننگا رہتا تھا۔ اور ننگا ہی رہتے ہوئے جمعہ کا خطبہ دیتا تھا۔ اور.... اور.... ہر ایسا پاگل، گھوٹا، کذاب جس سے زیادہ بھسیس طبیعت، ٹیڑھے سلکے، برے اخلاق اور گندے عمل کا آدمی انسانیت نے کبھی نہ دیکھا ہوگا، ان سب کو یہ شخص خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور اہل بیت نبوی اطہار جیسے اشرف و اکرم انسانوں کے ساتھ ایکے

ہی دھاگے میں پروتا ہے۔ اور اس طرح یہ شخص طہارت کو نجاست کے ساتھ، شرکے کو توحید کے ساتھ، ہدایت کو گمراہی کے ساتھ اور ایمان کو زندقہ کے ساتھ مخلوط کرتا ہے۔ لوگوں پر ان کا دین ملتبس کرتا ہے۔ اور ان کے عقیدے کی شکل و صورت مسخ کرتا ہے۔ اؤ ! اور اس گنہگار شخص نے اپنے نامزد کیے ہوئے اولیاء و عارفین کے جو حالات لکھے ہیں اس میں سے تھوڑا سا پڑھ لو۔ یہ شخص اپنے سید علی وحیث نامی ایک شخص کے حالات میں لکھتا ہے کہ :

” وہ (علی وحیث) جب کسی شہر کے شیخ وغیرہ کو دیکھتا تو ان

کو ان کی گدھی سے اتار دیتا۔ اور کہتا کہ اس کا سر پکڑے رہو،

تاکہ میں اس ساتھ بد فعلی کروں۔ اب اگر وہ شیخ انکار کر دیتے

تو زمین میں کسبل کی طرح گر جاتے۔ اور ایک قدم بھی

نہ چل سکتے۔ اور اگر بات مان لیتے تو بڑی شرمندگی اٹھا

پڑتی دکہ وہ سرعام بد فعلی کرتا، اور یہ سر پکڑے رہتے

اور لوگ یہ سارا منظر دیکھتے ہوئے وہاں سے گزرتے رہتے“

۱۲۵ ص ۲۷۲ الطبقات الکبریٰ

دیکھو کہ کس طرح اسکا سید علی وحیث لوگوں کے رد و بر و ایسی حرکت کرتا تھا۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی سوچ بوجھ رکھنے والا آدمی یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ ناپاک تصوف مسلمانوں کے دین کا حصہ ہے۔ اور یہ بھی وہی چیز ہے کہ جس کے ساتھ پروردگار عالم کے پیغمبر بادی و امین محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمائے گئے تھے۔ اور کیا علی وحیث اور اس قماش کے لوگوں کو رسول ام صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی لائن میں رکھنے والا، اور ان سب کو ایک ہی راستے کا ہر دو قرار دینے والا زندیق و افاک کے سوا کچھ اور ہو سکتا ہے جس نے دین اسلام کو ڈھانے اور مسلمانوں کے عقائد کو برباد کرنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہو۔

اور شعرانی نے اس مقصد کے لیے کہ عقلیں اپنی نیند سے بیدار نہ ہوں لوگوں کو

یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اولیاء اللہ کے لیے ان کی خالص شریعت ہوتی ہے جس کے مطابق وہ اللہ کی عبادت کرتے اور اس کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ جاے اس کا ایک حصہ گدھیوں کے ساتھ بد فعلی ہی کیوں نہ ہو۔ اسی لیے جب بھی کوئی شخص کوشش کرتا ہے کہ جاگے اور غور کر کے ہدایت و گمراہی اور پاکی و ناپاکی کے فرق کو سمجھے تو یہ لوگ اس پر تلبیس و تزویر کا پھندہ ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی شعرانی کو لے لیجیے۔ اس نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا ہے جس نے سید بدوی کے عرس میں ہونے والے فسق و فجور پر نکیر کی تھی۔ چہن آن بھی شہر طنطا (مصر) کے اندر لاکھوں انسان جمع ہوتے ہیں۔ اور مردوں اور عورتوں کے درمیان بہت ہی برا اختلاط ہوتا ہے۔ بلکہ مسجدوں اور راستوں میں حرام کاریاں ہوتی ہیں۔ رنڈی خانے کھولے جاتے ہیں۔ اور صوفی مرد اور صوفی عورتیں بیچ مسجد میں ایک ساتھ مل کر ناچتے ہیں۔ اور ہر حرام کو حلال کیا جاتا ہے۔ اسی کے متعلق شعرانی نے اپنی کتاب ”الطبقات الکبریٰ“ میں یہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے اس فسق و فجور پر نکیر کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ایمان چھین لیا۔ اور کس طرح چھین لیا..... شعرانی لکھتا ہے کہ : ”پھر اس شخص کا ایک بال بھی ایسا باقی نہ بچا جس میں دین اسلام کی طرف جھکاؤ ہو۔ آخر اس نے سیدی احمد رضی اللہ عنہ سے فریاد کی۔ انہوں نے فرمایا شرط یہ ہے کہ تم دوبارہ ایسی بات نہ کہنا۔ اس نے کہا جی ہاں۔ تب انہوں نے اس کے ایمان کا لباس اسے واپس کیا۔ پھر اس سے پوچھا تم کو ہماری کیا چیز بری معلوم ہوتی ہے؟ اس نے کہا مردوں اور عورتوں کا میل جول۔ جواب میں سیدی احمد رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات تو طواف میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ اس کی حرمت (احترام) کے خلاف نہیں۔ پھر فرمایا میرے رب کی عزت کی قسم ! میرے عرس میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ ضرور توبہ کرتا ہے اور اچھی توبہ کرتا ہے۔ اور عجب میں جنگل کے جانوروں اور

سمندر کی چھائیوں کی دیکھ بھال کرتا ہوں، اور ان میں سے بعض کو بعض سے محفوظ رکھتا ہوں تو کیا اللہ تعالیٰ میرے عرس میں آنے والے کی حفاظت سے مجھے عاجز اور بے بس رکھے گا۔“ لے

اور شعرانی نے اپنی کتاب میں ان سب زندے اور کفر اور جہالت اور گمراہی کو جو روتا کر رکھا ہے تو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ اس شخص نے خود اپنے متعلق یہ جھوٹ اڑایا ہے کہ سید بدوی جو اس سے کوئی چار سو برس پہلے انتقال کر چکا ہے اس سے سلام کرنے کے لیے قبر سے اپنا ہاتھ نکالتا تھا۔ اور یہ کہ اس مرے ہوئے سید بدوی نے اپنی مسجد کے زاویوں میں سے ایک زاویے کو شعرانی کے لیے شب عروسی کے کمرے کے طور پر تیار کیا تاکہ شعرانی اس کمرے میں اپنی بیوی کے ساتھ کیجا ہو۔ اور جب شعرانی سید بدوی کے عرس میں پہنچے میں دیر کرتا تو سید بدوی اپنی قبر سے نکل کر قبر کے اوپر رکھا ہوا پردہ ہٹاتا تھا اور کہتا تھا کہ عبد الوہاب نے دیر کر دی۔ آیا نہیں۔ آئیے خود شعرانی کی عبارت پڑھیے۔ وہ لکھتا ہے :

”اگر سید بدوی کے عرس میں ہر سال میرے حاضر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میرے شیخ عارف باللہ محمد شناوی رضی اللہ عنہ جو ان کے گھر کے اعیان میں سے ایک ہیں انہوں نے قبر کے اندر سیدی احمد رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کرتے مجھ سے عہد لیا۔ اور اپنے ہاتھ سے مجھے ان کے حوالے کیا۔ چنانچہ ان کا ہاتھ شریف قبر سے نکلا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور شناوی نے کہا کہ حضور! آپ کی توجہ ان پر ہوتی چاہیے۔ اور آپ انہیں اپنے زیر نظر رکھیں۔“

..... اور اس کے ساتھ ہی میں نے قبر سے سیدی احمد کا یہ منہ مانا سنا کہ ہاں !“

پھر شعرانی مزید آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ :

”جب میں نے اپنی بیوی فاطمہ ام عبد الرحمن کو جو کنواری تھی خستہ کرایا تو پانچ مہینے تک رکھا اور اس کے قریب نہیں گیا۔ اس کے بعد سیدی احمد تشریف لائے، اور مجھے ساتھ لیا۔ اور بیوی ساتھ میں تھی۔ اور قبہ کا جو گوشہ داخل ہونے والے کے بائیں واقع ہے اس کے اوپر بستر بچھایا۔ اور میرے لیے حلوہ پکایا۔ اور زندوں اور مردوں کو اس کی دعوت دی اور فرمایا کہ یہاں اس کی بکارت زائل کرو۔ چنانچہ اس رات وہ کام ہوا۔“ پھر لکھا ہے کہ : ”میں ۹۴۵ھ میں عرس کے اندر اپنے وقت مقررہ پر حاضر نہ ہو سکا۔

اور وہاں بعض اولیاء موجود تھے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ سیدی احمد رضی اللہ عنہ اس روز قبر کا پردہ ہٹاتے تھے اور کہتے تھے کہ عبد الوہاب نے دیر کر دی۔ آیا نہیں۔“ لے

غرض یہ ہیں وہ برے غویں جن کے متعلق چاہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے بچے انہیں کے نقش قدم پر چلیں۔ اور یہ ہے تصوف کا حقیقی چہرہ۔ اور یہ ہیں اس کے رموز اور رجال کی صورتیں۔ اور اگر ہم ان صورتوں کو گننا شروع کر دیں تو اس مختصر رسالہ میں میانہ روی سے باہر نکل جائیں گے۔ البتہ ہم نے محمد اللہ، اللہ کی توفیق سے اس کو اپنی کتاب ”الفکر الصوفی فی ضوء الکتاب والسنة“ میں پورے بسط سے لکھ دیا ہے۔ لہذا اس کے لیے اسی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اور اسی پر بھروسہ ہے۔ اور

اسی سے یہ بات مطلوب ہے کہ وہ اسلامی معاشرہ کو اس غیبتِ اسرطان سے پاک کر دے جس نے مسلمانوں کے عقیدے، عمل اور سماج کو فاسد کر رکھا ہے۔

اور اخیر میں اللہ عزیز و حمید کے راستے کے داعی نبی کامل و طاہر پر درود و سلام تھو۔



دوسرا باب

اہل تصوف سے کس طرح بحث کی جائے؟

پچھلے باب میں ہم صوفیانہ افکار کی خطرناکیوں کا ذکر کر چکے ہیں۔ اب جو شخص بھی ان باتوں سے واقف ہو جائے اس پر ضروری ہے کہ اسلامی سماج سے اس غیبتِ درخت کی جڑ اکھاڑنے کی کوشش کرے۔ لیکن یہ کام ہو نہیں سکتا جب تک کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف دعوتِ برحق نہ دی جائے۔ اور ہدایت و پاکیزگی کے پردے میں ہر قسم کے کفر و زندہ کو چھپانے والے اس قابلِ نفرت تصوف کو سرعام رسوا نہ کیا جائے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جس شخص کو حق سے معلوم ہو جائے وہ اسے پھیلانے اور عام کرنے کی کوشش کرے۔ اور اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ جس شخص کو اس شر کا علم ہو جائے وہ اس کے درخت کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کرے۔

● اور چونکہ بیشتر طالب علم تصوف کی حقیقت نہیں جانتے، اور اس کی کفریات، اکاذیب، باطیس اور لان و گزاف سے واقفیت نہیں رکھتے اس لیے صوفیوں سے بحث کرتے ہوئے بہترین جواب نہیں دے پاتے۔ اور نہ انھیں حق پر قانع کر پاتے ہیں۔ کیونکہ صوفی جب ایسے آدمی کو دیکھتا ہے جو کتاب و سنت اور دلیل کی غفلت کا قائل ہو تو جھٹکھتا ہے کہ جنید نے جو کہ شیخ الطائفہ تھے — فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ کتاب و سنت کا پابند ہے۔ اور جو کتاب و سنت کو نہ سمجھے وہ اس گروہ کے طریقے کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔ اور فلاں نے یہ کہا ہے۔ اور فلاں نے وہ کہا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے دل میں اس گروہ کا کوئی نکتہ جاگزیں ہوتا ہے تو میں اسے اس وقت تک بیان نہیں کرتا جب تک کہ میں اس کے لیے کتاب و سنت سے دو شاہد نہ پا جاؤں۔

اور یہ باتیں سن کر صوفیوں کی راہیں نہ جاننے والا طالب علم سمجھتا ہے کہ یہ لوگ دین کے ماہر ہیں۔ اور ورغ داخلہ کے ایسے مقام پر نائز ہیں کہ کوئی بات اس وقت تک نہیں بولتے جب تک کہ وہ کتاب و سنت کے موافق نہ ہو۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ لوگ اپنے اقوال و افعال میں کتاب و سنت کے پیروکار ہیں۔ اس لیے وہ بیچارہ نادم اور غموں والا جواب ہو جاتا ہے۔ البتہ کبھی کبھی یہ پوچھ بیٹھتا ہے کہ پھر یہ لوگ اپنے غرسوں اور اپنی محفلوں میں ناچتے کیوں ہیں؟ اور یہ مجنوب کیا ہیں جو اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتے ہیں، اور چیختے چلاتے ہیں۔ مگر اس کے جواب میں وہ کٹھ جت صوفی کہتا ہے کہ... نہیں.... یہ تو غفلت کے مارے ہوئے عوام ہیں۔ حقیقی صوفی نہیں ہیں۔ صوفیت تو کچھ اور ہی ہے۔ حالانکہ یہ بات فطری طور پر جھوٹ ہوتی ہے۔ لیکن اس قسم کا جواب طالب علم پر چل جاتا ہے، اور وہ چپ ہو رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تصوف اس امت کے جسم میں اپنا کام کرتا رہتا ہے، اور پتہ بھی نہیں چلتا۔

● اور چونکہ بہت سے طالب علموں کو اتنا وقت نہیں ملتا کہ تصوف کی کتابیں دیکھ سکیں۔ اور ان میں جو کچھ ہے اس کی حقیقت معلوم کر سکیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب بعض کتابیں دیکھتے ہیں تو حق پوشیدہ رہ جاتا ہے اور باطل سے ممیز نہیں ہو پاتا۔ کیونکہ اس میں ایسی تلبیس اور ملاوٹ ہوتی ہے کہ پڑھنے والا ایک مریض قول کے پہلو بہ پہلو ایک صحیح قول دیکھتا ہے۔ اور چھپے ہوئے لفظوں میں کفر والے ایک قول سے گزرتا ہے تو ایک چوتھا قول ایسا دیکھتا ہے جس سے حکمت چھوٹی محسوس ہوتی ہے اس لیے وہ گڑ بڑا جاتا ہے، اور حقیقت نہیں دیکھ پاتا۔ اور یہ نہیں سمجھ پاتا کہ وہ کون سے راستے سے گزر رہا ہے۔

● اس لیے ہم تصوف کے بنیادی اور کلی تفسیروں کو بتلانے اور اساطین تصوف کے ساتھ مباحثہ کا ڈھنگ سکھانے کے لیے یہ مختصر سا خلاصہ لکھ دے رہے ہیں۔ اس

کی روشنی میں بحث کرنے والا اگر ایک مبتدی طالب علم بھی ہو تو وہ بھی ان کو مغلوب اور خاموش کر لے گا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھیں صراطِ مستقیم کی ہدایت بھی دیدے۔ قواعد یہ ہیں :

تصوف گندگیوں کا سمندر ہے

سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ تصوف گندگیوں کا ایک سمندر ہے۔ کیونکہ اہل تصوف نے ہندوستان، ایران اور یونان کے فلسفوں میں پائے جانے والے ہر طرح کے کفر و زندقہ کو، اور قرامطہ اور باطنی فرقوں کے تمام مکرو فن کو، خرافیوں کی ساری خرافات کو، دجالوں کے سارے دھل کو اور شیطانوں کی ساری "وحی" کو اکٹھا کر لیا ہے۔ اور ان سب کو تصوف کے دائرے میں اور اس کے علوم و اصول اور کشف کے سانچے میں دھال لیا ہے۔ مخلوق کی طرف خدائی کی نسبت سے لے کر ہر موجود کو عین خدا قرار دینے تکے تمھاری عقل روئے زمین پر جس جس کفریہ عقیدہ کا تصور کر سکتی ہے وہ تمھیں تصوف میں ضرور مل جائے گا۔ (تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا)

اسلامی بھائیو! اس مقصد کے لیے کہ آپ کے ذہن میں تصوف کا واضح نقشہ آجائے، ہم آپ کے سامنے صوفیوں کے عقائد کا، اور دین تصوف اور دین اسلام کے بنیادی فرق کا ایک بہت ہی مختصر سا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

اول: اسلام اور تصوف کے درمیان بنیادی فرق

اسلام کا مہیج اور راستہ تصوف کے راستے اور مہیج سے ایک انتہائی بنیادی چیز میں ملحدہ ہے۔ اور وہ ہے "تلفی"۔ یعنی عقائد اور احکام کے سلسلے میں دینی معرفت کے مآخذ۔ اسلام عقائد کے مآخذ کو صرف نبیوں اور پیغمبروں کی وحی میں محصور قرار دیتا ہے۔ اور اس مقصد کے لیے ہمارے پاس صرف کتاب و سنت ہے۔

اس کے برخلاف دین تصوف میں عقائد کا مآخذ وہ خیالی وحی ہے جو اولیاء کے پاس آتی ہے۔ یادہ مزعومہ کشف ہے جو انھیں حاصل ہوتا ہے۔ یا خواب ہیں یا پچھلے وقتوں کے مرے ہوئے لوگوں اور خضر علیہ السلام سے ملاقات وغیرہ ہے۔ بلکہ لوح محفوظ میں دیکھنا اور جنوں سے۔ جنھیں یہ لوگ روحانی کہتے ہیں۔ کچھ حاصل کرنا بھی اس فہرست میں شامل ہے۔

اسی طرح اہل اسلام کے نزدیک شرعی احکام کا مآخذ کتاب و سنت اور اجماع و قیاس ہے، لیکن صوفیوں کی شریعت ٹوا بول، خضر اور جنوں اور مردوں اور پیروں وغیرہ پر قائم ہے۔ یہ سارے ہی لوگ شارع ہیں۔ اسی لیے تصوف کے طریقے اور شریعتیں مختلف اور متعدد ہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ مخلوق کی سانس کی تعداد کے مطابق راتے ہیں اور سب کے سب اللہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس لیے ہر شیخ کا اپنا ایک طریقہ اور تربیت کا اپنا ایک اصول ہے۔ اس کا اپنا مخصوص ذکر و اذکار ہے، مخصوص شعائر ہیں اور مخصوص عبادتیں ہیں۔ اسی لیے تصوف کے ہزاروں بلکہ لاکھوں، بلکہ بے شمار دین اور عقیدے اور شریعتیں ہیں۔ اور سب کو تصوف کا نام شامل ہے۔

یہ ہے اسلام اور تصوف کا بنیادی فرق۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جس کے عقائد متعین ہیں۔ عبادات متعین ہیں۔ اور احکام متعین ہیں۔ اس کے برخلاف تصوف ایک ایسا دین

ہے جس میں نہ عقائد کی تعیین ہے نہ شرائع اور احکام کی۔ یہ اسلام اور تصوف کے درمیان عظیم ترین فرق ہے۔

دوم: صوفی عقیدے کے تفصیلی خطوط

① اللہ کے بارے میں

اللہ کے بارے میں اہل تصوف کے مختلف عقیدے ہیں۔ ایک عقیدہ حلول کا ہے۔ یعنی اللہ اپنی کسی مخلوق میں اتر آتا ہے۔ یہ علاج کا عقیدہ تھا۔ ایک عقیدہ وحدۃ الوجود کا ہے۔ یعنی خالق مخلوق سے جدا نہیں۔ یہ عقیدہ تیسری صدی سے لے کر موجود زمانہ تک رائج رہا ہے۔ اور اخیر میں اسی پر تمام اہل تصوف کا اتفاق ہو گیا ہے۔ اس عقیدے کے چوٹی کے حضرات میں ابن عربی، ابن سبعین، تلمسانی، عبدالکریم جیلی، عبدالغنی نابلسی ہیں۔ اور جدید طرق تصوف کے عام افراد بھی اسی پر کاربند ہیں۔

② رسول اللہ ﷺ کے بارے میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی صوفیوں کے مختلف عقیدے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مرتبہ و مقام کو نہیں پہنچ سکے تھے۔ اور آپ اہل تصوف کے علوم سے ناواقف تھے۔ جیسا کہ بسطامی نے کہا ہے کہ "خضنا بحرا وقف الانبیاء بساحلہ" (ہم ایک ایسے سمندر کی تہ میں پہنچ گئے جس کے ساحل پر انبیاء کھڑے ہیں)۔ اس کے برخلاف بعض دوسرے صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات کا قبہ ہیں، اور آپ ہی وہ اللہ ہیں جو عرش پر مستوی

ہے۔ اور آسمان وزمین اور عرش و کرسی اور ساری کائنات آپ کے نور سے پیدا کی گئی ہے۔ آپ پہلا موجود ہیں۔ اور آپ ہی اللہ کے عرش پر مستوی ہیں۔ یہ ابن عربی اور اس کے بعد آنے والے صوفیوں کا عقیدہ ہے۔

۳) اولیاء کے بارے میں

اولیاء کے بارے میں بھی صوفیوں کے مختلف عقیدے ہیں۔ بعض صوفیاء ولی کو نبی سے افضل کہتے ہیں۔ اور عام صوفیاء ولی کو تمام صفات میں اللہ کے برابر مانتے ہیں۔ چنانچہ ان کے خیال میں ولی ہی پیدا کرتا ہے، روزی دیتا ہے، زندہ کرتا، اور مارتا ہے۔ اور کائنات میں تصرف کرتا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک ولایت کے ثوارے بھی ہیں چنانچہ ایک غوث ہوتا ہے جو کائنات کی ہر چیز پر حکم چلاتا ہے۔ چار قطب ہوتے ہیں جو غوث کے حکم کے مطابق کائنات کا چاروں کونا تھلے ہوئے ہیں۔ سات ابدال ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک غوث کے حسب الحکم سات بڑے عظموں میں سے کسی ایک بڑے عظم پر حکومت کرتا ہے۔ کچھ نجباء ہوتے ہیں جو صرف شہر پر حکومت کرتے ہیں۔ ہر نجیب ایک شہر کا حاکم ہوتا ہے۔ اس طرح اولیاء کا یہ بین الاقوامی نظام مخلوق پر حکومت کرتا ہے۔ پھر ان کا ایک ایوان ہے جس میں وہ ہر رات غار حراء کے اندر جمع ہوتے ہیں۔ اور تقدیر پر نظر ڈالتے ہیں۔۔۔۔۔ مختصر یہ کہ اولیاء کی دنیا مکمل خرافات کی دنیا ہے۔

اور یہ طبعی طور پر اسلامی ولایت کے خلاف ہے جس کی بنیاد دینداری، تقویٰ، عمل صالح، اللہ کی پوری پوری بندگی اور اسی کا فقیر و محتاج بننے پر ہے۔ یہاں سے ولی خود اپنے کسی معاملے کا مالک نہیں ہوتا، چہ جائیکہ وہ دوسروں کے معاملات کا مالک ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: "قل انی لا املک لکم خسرا ولا رشدا" (تم کہہ دو کہ میں نہ تمہارے کسی نقصان کا مالک ہوں،

نہ ہدایت کا۔)

۴) جنت اور جہنم کے بارے میں

جہاں تک جنت کا تعلق ہے تو تمام صوفیاء کا عقیدہ ہے کہ جنت کو طلب کرنا بہت بڑا نقص اور عیب ہے۔ ولی کے لیے جائز نہیں کہ وہ جنت کے لیے کوشاں ہو، اور اسے طلب کرے۔ جو جنت کو طلب کرتا ہے وہ ناقص ہے۔ ان کے یہاں طلب اور رغبت صرف اس کی ہے کہ وہ اللہ میں فنا ہو جائیں، غیب سے واقف ہو جائیں اور کائنات میں تصرف کریں۔۔۔۔۔ یہی صوفیوں کی خیالی جنت ہے۔

اور جہاں تک جہنم کا تعلق ہے تو صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ اس سے بھاگنا صوفیوں کے کامل کے شایان شان نہیں۔ کیونکہ اس سے ڈرنا آزادوں کی نہیں غلاموں کی طبیعت ہے۔ اور بعض صوفیوں نے تو فخر و غرور میں آکر یہاں تک کہہ ڈالا کہ اگر وہ جہنم پر تھوک دے تو جہنم بجھ جائے گی۔ جیسا کہ ابو یزید بسطامی نے کہا ہے۔ پھر جو صوفیاء وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ جو لوگ جہنم میں داخل ہوں گے ان کے لیے جہنم ایسی شیریں اور ایسی نعمت بھری ہوگی کہ جنت کی نعمت سے کسی طرح کم نہ ہوگی، بلکہ کچھ زیادہ ہے ہوگی۔۔۔۔۔ یہی ابن عربی کا مذہب اور عقیدہ ہے۔

۵) ابلیس اور فرعون

جہاں تک ابلیس کا معاملہ ہے تو عام صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ کامل ترین بندہ تھا۔ اور توحید میں ساری مخلوق سے افضل تھا۔ کیونکہ اس نے۔۔۔ ان کے بقول۔۔۔ اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کیا۔ اس لیے اللہ نے اس کے سارے گناہ بخش دیے۔ اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔ اسی طرح فرعون بھی ان کے نزدیک افضل ترین

کیونکہ وہ لوگوں کی عقل پر پوری طرح مسلط ہو جاتے ہیں۔ اور اسے بیکار بنا ڈالتے ہیں۔ اور اس کے لیے وہ قدم بہ قدم کام کرنے کا طریقہ اپناتے ہیں۔ چنانچہ پہلے وہ آدمی کو مانوس کرتے ہیں۔ پھر اس کے دل و دماغ پر تصوف اور صوفیوں کی عظمت اور ہولناکی کا سکھاتے ہیں۔ اس کے بعد آدمی کو تبلیغ اور فریب میں ڈالتے ہیں۔ پھر اس پر علوم تصوف میں سے تھوڑا تھوڑا چھڑکتے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اسے صوفی طریق کے ساتھ باندھ دیتے ہیں۔ اور نکلنے کے سارے راستے بند کر دیتے ہیں۔

سوم: صوفی سے بحث کا نقطہ آغاز

بہت سے غیرت مند مسلمان بھائی جنھیں دین سے محبت ہے اور تصوف اور اس کی لغویات سے نفرت ہے وہ صوفیوں سے غلط طور پر بحث شروع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ فردی اور ادھر ادھر کی باتوں پر بحث کرنے لگتے ہیں۔ جیسے ذکر و اذکار میں ان کی بدعتیں، صوفی نام رکھنا، عرس منانا، محفل میلاد قائم کرنا، تسبیحیں لٹکانا، گدڑی پہننا، یا اسی طرح کے دوسرے الگ الگ مظاہر اور روپ جن میں وہ ظاہر ہوتے ہیں۔

لیکن واضح رہے کہ ان باتوں سے بحث کا آغاز کرنا پورے طور پر غلط ہے۔ اور باوجودیکہ یہ ساری باتیں بدعت اور خلاف شریعت ہیں، اور انھیں دین میں گھڑ کر داخل کیا گیا ہے، لیکن تصوف کی جو باتیں پس پردہ ہیں وہ ان سے کہیں زیادہ گہری اور خطرناک ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ یہ باتیں فروغ کی حیثیت رکھتی ہیں، لہذا اصول کو چھوڑ کر ان باتوں سے بحث کا آغاز کرنا درست نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ یہ بھی جرائم ہیں

اور خلاف شریعت ہیں، لیکن تصوف کے اندر جو ہولناکیاں ہیں، جو گھڑت، جو بدترین کفریات اور جو گندے مقاصد پائے جاتے ہیں ان کے مقابل میں مذکورہ بالا باتیں بہت معمولی اور سبج ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ جو شخص صوفی سے بحث کرے وہ فردی سے اور شکلی باتوں کے بجائے اصولی اور بنیادی باتوں سے ابتداء کرے۔

اور غالباً اسلام اور تصوف کا اصل جوہری اختلاف پڑھ لینے کے بعد تمھیں سمجھ میں آگیا ہوگا کہ بحث کی ابتداء کہاں سے کرنی چاہیے۔ یعنی سب سے پہلا سوال ماخذ دین کے متعلق ہونا چاہیے کہ دین کہاں سے لیا جائے۔ اور عقیدہ و عبادت کس چیز سے ثابت کی جائے۔ یعنی دین اور عقیدہ و عبادت کے حاصل کرنے کا ماخذ کیا ہو؟ اسلام اس ماخذ کو صرف کتاب و سنت میں محصور کرتا ہے۔ کسی بھی عقیدے کا اثبات قرآن کی نص یا رسول کے ارشاد کے بغیر جائز نہیں۔ اور کسی بھی شرع کا اثبات کتاب و سنت یا اس کے موافق اجتہاد کے بغیر جائز نہیں۔ اور اجتہاد صحیح بھی ہوتا ہے اور غلط بھی۔ اور کتاب الہیہ اور سنت رسول کے علاوہ کوئی معصوم نہیں۔ مگر مشائخ تصوف کا خیال ہے کہ وہ دین کو بغیر کسی واسطہ کے براہ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں۔ اور براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ ان کی مجلسوں اور ان کے ذکر کے مقامات میں شریف لاتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنا دین فرشتوں سے حاصل کرتے ہیں۔ اور جنوں سے حاصل کرتے ہیں جنہیں روحانی سمجھتے ہیں۔ اور کشف سے حاصل کرتے ہیں جس کے متعلق ان کا خیال ہے کہ ولی کے دل پر غیب کی باتیں کھل جاتی ہیں اور وہ زمین و آسمان کی ساری چیزوں کو اور گزشتہ اور آئندہ کے سارے واقعات کو دیکھتا ہے۔ پس ولی کے علم سے — ان کے بقول — آسمانوں اور زمین کا ایک ذرہ بھی باہر نہیں۔

اس لیے صوفی سے پہلا سوال یہ کرنا چاہیے کہ آپ لوگ دین کا ثبوت کہاں سے لاتے ہیں؟ یعنی اپنا عقیدہ کہاں سے حاصل کرتے ہیں؟ اگر وہ کہے کہ کتاب و سنت سے حاصل کرتے ہیں تو اس سے کہو کہ کتاب و سنت کی گواہی تو یہ ہے کہ ابلیس کافر ہے۔ اور وہ اور اس کے پیروکار جہنمی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرَانِ اللَّهُ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كُنْتُ بِمُتَّبِعِيكُمْ مِنْ مُلْطَمٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُمُونِي وَلَوْلَا الْفِتْنُ مَا أَنَا بِمُضْطَرِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُضْطَرِكِي إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

اور جب معاملات کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تم سے برحق وعدہ کیا تھا، اور میں نے تم سے وعدہ کیا تو وعدہ خلافی کی۔ اور مجھے تم پر کوئی اختیار تو تھا نہیں البتہ میں نے تم کو بلایا اور تم نے میری بات مان لی لہذا مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملوث کرو۔ نہ میں تمہاری فریاد کر سکتا ہوں۔ اور نہ تم میری فریاد کر سکتے ہو۔ تم نے پہلے مجھے جو شریک ٹھہرایا میں اس کے ساتھ کفر کرتا ہوں۔ یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

تمام مفسرین سلف کا اجماع ہے کہ یہاں شیطان سے مراد ابلیس ہے۔ اور ”تم میری فریاد نہیں کر سکتے“ کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے چھڑا اور بچا نہیں سکتے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں ہے۔ تو اب اے صوفیو! سوال یہ ہے کہ کیا ابلیس کے بارے میں آپ لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے؟

اگر اس کے جواب میں صوفی یہ کہے کہ ہاں! ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ابلیس

اور اس کے ماننے والے جہنمی ہیں تو یاد رکھو کہ وہ تم سے جھوٹ بول رہا ہے اور اگر وہ یہ جواب دے کہ ہم ابلیس کو جہنمی نہیں مانتے، بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اس نے جو کچھ کیا تھا اس سے توبہ کر لیا اور مومن و موحّد ہو گیا۔ جیسا کہ ان کے استاد حلاج کا کہنا ہے۔ تو اس سے کہو کہ اب تم کافر ہو گئے۔ کیونکہ تم نے کتاب اللہ، احادیث رسول اور اجماع امت کی مخالفت کی۔ اس لیے کہ ان سب ذریعوں سے ثابت ہے کہ ابلیس کافر اور جہنمی ہے۔

صوفی سے یہ بھی کہو کہ تمہارے شیخ اکبر ابن عربی کا فیصلہ ہے کہ ابلیس جنتی ہے اور فرعون جنتی ہے۔ (جیسا کہ ”فصوص الحکم“ میں لکھا ہے) اور تمہارا استاد اعظم حلاج کا کہنا ہے کہ ابلیس اس کا پیشوا اور فرعون اس کا پیر ہے (جیسا کہ ”طواسین“ ص ۵۲ میں لکھا ہے)۔ اب بتاؤ کہ اس بارے میں تم کیا سمجھتے ہو؟ جواب میں اگر وہ ان باتوں کو ماننے سے انکار کر دے تو سمجھ لو کہ وہ کٹھ جنت اور حقیقت کا منکر ہے۔ یا جاہل اور نادان واقف ہے۔ اور اگر وہ ان باتوں کا اقرار کر لے اور حلاج اور ابن عربی کی پیروی کرے تو پھر جس طرح یہ سب کافر ہیں اسی طرح وہ بھی کافر ہوا۔ اور ابلیس اور فرعون کا بھائی ٹھہرا۔ لہذا جہنم میں ان سبھوں کا ساتھ اس کے لیے کافی ہے۔

اور اگر وہ ابلیس سے کام لے اور کہے کہ ان کی بات شیطانیات میں سے ہے۔ انہوں نے اے حال اور سر کے غلبے کے وقت کہا تھا تو اس سے کہو کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہ بات تو لکھی ہوئی کتابوں میں موجود ہے۔ اور ابن عربی نے اپنی کتاب ”فصوص“ کو یوں شروع کیا ہے:

انسی رأیت رسول اللہ فی مبشرة
میں نے محرومہ دمشق کے اندر رسول اللہ صلی
علیہ وسلم کو ایک خواب میں دیکھا۔ اور آپ نے

هذا الكتاب وقال لي اخرج
بہ علی الناس۔ مجھے یہ کتاب دی۔ اور فرمایا اے لوگوں
کے سامنے برپا کرو۔

اور اسی کتاب میں ابن عربی نے بیان کیا ہے کہ ابلیس اور فرعون الہ کی
معرفت رکھتے تھے۔ اور نجات پائیں گے۔ اور فرعون کو موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ
الہ کا علم حاصل تھا۔ اور جس نے کسی بھی چیز کی پوجا کی اس نے الہ کی پوجا کی۔
اسی طرح حلاج نے بھی اپنی ساری کفریات کو کتاب کے اندر لکھ رکھا ہے۔ یہ شطح
یا حال کا غلبہ نہیں تھا جیسا کہ لوگ کہا کرتے ہیں۔

اس کے جواب میں اگر صوفی یہ کہے کہ ان لوگوں نے ایک ایسی زبان میں
بات کی ہے جسے ہم نہیں جانتے تو اس سے کہو کہ ان لوگوں نے اپنی بات عربی زبان میں
لکھی ہے۔ اور ان کے شاگردوں نے اس کی شرح کی ہے۔ اور مذکورہ باتوں کو دو
ٹوک لفظوں میں بیان کیا ہے۔

اگر اس کے جواب میں صوفی یہ کہے کہ یہ ایسی زبان ہے جو اہل تسوف کے ساتھ
خاص ہے اور اے دوسرے لوگ نہیں جانتے۔ تو اس سے یہ کہو کہ ان کی یہ زبان
عربی ہی زبان تو ہے جس کو انہوں نے لوگوں کے درمیان عام کیا ہے اور اپنے ساتھ
خاص نہیں کیا ہے۔ اور اسی بنیاد پر علماء اسلام نے حلاج کو اس کی باتوں کے
سبب کافر قرار دیا۔ اور اے ۳۹ھ میں بغداد کے پل پر پھانسی دی گئی۔ اسی
طرح علماء اسلام نے ابن عربی کے بھی کافر اور زندقہ ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔
اگر صوفی کہے کہ میں علماء شریعت کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ علماء
ظاہر ہیں حقیقت نہیں جانتے۔ تو اس سے کہو کہ یہ ”ظاہر“ تو کتاب و سنت
ہے۔ اور جو ”حقیقت“ اس ”ظاہر“ کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ پھر اس سے
یہ بھی پوچھو کہ وہ صوفیانہ حقیقت کیا ہے جس کا دعویٰ تم لوگ کرتے ہو؟ اگر وہ کہے کہ

یہ ایک راز ہے جس کو ہم نہیں بتلاتے۔ تو اس سے کہو کہ جی نہیں تم لوگوں نے
اس راز کو آشکارا کر دیا اور پھیلادیا ہے۔ اور وہ راز یہ ہے کہ تمہارے خیال
میں ہر موجود الہ ہے۔ جنت و جہنم ایک ہی چیز ہے۔ ابلیس اور محمد ایک ہی ہیں۔
الہ ہی مخلوق ہے اور مخلوق ہی الہ ہے۔ جیسا کہ تمہارے امام شیخ اکبر نے
کہا ہے :

العبد رب والرب عبد یالیت شعری من المكلف
ان قلت عبد فذاک رب وان قلت رب، انی یکلف

بندہ رب ہے۔ اور رب بندہ ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر

مکلف کون ہے؟ اگر کہا جائے کہ بندہ۔ تو وہی تو رب ہے

اور اگر کہا جائے کہ رب۔ تو پھر وہ مکلف کیسے ہو سکتا ہے۔

اب اگر صوفی اس کا اقرار کر لے، اس کے باوجود ان زندیقیوں کی پیروی کرے
تو پھر انہیں جیسا کافر وہ بھی ہوا۔ اور اگر کہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کیا بات ہے۔
مجھے اس کا علم نہیں۔ البتہ میں اس کے کہنے والوں کے ایمان اور پاکی اور ولایت
کا یقین رکھتا ہوں تو اس سے کہو کہ یہ واضح عربی کلام ہے۔ اس میں کوئی خفا نہیں
اور یہ ایک معروف عقیدے یعنی وحدۃ الوجود کا پتہ دیتا ہے۔ اور یہ ہندوؤں اور
زندیقیوں کا عقیدہ ہے جسے تم لوگوں نے اسلام کی طرف منتقل کر لیا ہے۔ اور
اسے قرآنی آیات اور نبوی احادیث کا جامہ پہنا دیا ہے۔

اس کے بعد اگر صوفی یہ کہے کہ اولیاء کی شان میں گستاخی نہ کرو۔ ورنہ
وہ تم کو برباد کر دیں گے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
کا ارشاد ہے کہ جو کوئی میرے ولی سے دشمنی کرے میں اس کے خلاف جنگ کا
اعلان کرتا ہوں۔ تو اس کے جواب میں تم کہو کہ یہ لوگ اولیاء نہیں ہیں۔ بلکہ

زندیق و بددین ہیں جنہوں نے اوپر اسلام کا پردہ ڈال رکھا ہے۔ اور میں تمہارے ساتھ اور تمہارے خداؤں کے ساتھ کفر کر رہا ہوں۔

فَكَيْدُ وَنَبِيٍّ جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنْظَرُونَ لَهَذَا تَمَّ سَبِيلُ كَرِيمٍ خِلَافَ دَاوُدَ جِلْدًا
إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّيْ بھرحے مہلت نہ دو۔ میں نے اللہ پر بھروسہ
وَرَبِّكُمْ۔ مَا مِنْ دَابَّةٍ کر رکھا ہے جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔
إِلَّا هُوَ أَخَذَ بِنَاصِيَتِهَا روئے زمین پر جو بھی چلنے والا ہے اللہ نے
إِنَّ رَبِّيْ عَلَى صِرَاطٍ اس کی چوٹی پکڑ رکھی ہے۔ بیشک میرا پروردگار
مُسْتَقِيمٌ صراط مستقیم پر ہے۔

پھر اگر صوفی یہ کہے کہ ضروری ہے کہ ہم صوفیوں کے حق میں ان کے حالات کو تسلیم کریں۔ کیونکہ انہوں نے حقائق کو دیکھا ہے۔ اور دین کے باطن کو پہچانا ہے۔ تو اس سے کہو کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ اگر کوئی شخص اپنی بات کے ذریعہ کتاب و سنت کی مخالفت کرے۔ اور مسلمانوں کے درمیان کفر و زندہ پھیلے تو اس پر چپ رہنا جائز نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأُصْلَحُوا وَبَيَّنُّوا فَإُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ

یقیناً جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم اے لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کر چکے ہیں تو ایسے لوگوں کو اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں۔ اور اصلاح کریں۔ اور بیان کریں تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا

الرحیم

مہربان ہوں۔

اس لیے تمہارے باطل اور لغویات اور زندہ پر چپ رہنا جائز نہیں۔ کیونکہ تم لوگوں نے عالم اسلام کو کچھلے دور میں بھی اور موجودہ زمانے میں بھی خراب کر رکھا ہے۔ آج تک تم لوگوں کا یہی دطیرہ چلا آ رہا ہے کہ لوگوں کو اللہ کی عبادت سے نکال کر مشائخ کی عبادت کی طرف لے جاتے ہو۔ توحید سے نکال کر شرک اور قبر پرستی کی طرف لے جاتے ہو۔ سنت سے نکال کر بدعت کی طرف لے جاتے ہو۔ اور کتاب و سنت کے علم سے نکال کر اللہ، فرشتے، رسول اور جنوں کو دیکھنے کا دعویٰ کرنے والوں سے بدعات و خرافات اور جھوٹ فریب حاصل کرنے کی طرف لے جاتے ہو۔ تم زندگی بھر باطنی فرقوں کے مددگار اور سامراج کے خادم رہے۔ اس لیے قطعاً جائز نہیں کہ تم لوگوں نے جو گمراہی اور شرک پھیل رکھا ہے، اور لوگوں کو قرآن کریم اور حدیث سے بہکا کر اپنے بدعتیانہ اذکار اور مشرکوں جیسی سیٹی اور تالی والی عبادت کی طرف لے جاتے ہو اس پر خاموشی اختیار کی جائے۔

اس مرحلہ پر پہنچ کر صوفی لازماً خاموش ہو جائے گا۔ وہ سمجھ جائے گا کہ اس کا پالا ایک ایسے شخص سے پڑا ہے جس کو اس کے باطل کا پورا پورا علم ہے۔ اس کے بعد یا تو اللہ تعالیٰ اس کو صحیح اسلام کی ہدایت دیدے گا یا وہ اپنے عقیدے اور معاملہ کو چھپائے رکھے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے کسی دن رسوا کر دے، یا کفر و زندہ اور بدعت و مخالفت حق پر اس کی موت آجائے۔ ہم نے یہ ساری باتیں ان کی کتابوں اور اقوال سے تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہیں۔ تم ہماری کتاب "الفکر الصوفی فی ضوء الکتاب والسنة" کا مطالعہ کر دو گے تو اللہ کی حمد و توفیق سے تمہیں

یہ سب تفصیل کے ساتھ مل جائے گا۔

اور اول و آخر میں ساری حمد اللہ کے لیے ہے۔ اور ساری عزت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے لیے ہے، اور ان کی پیروی کرنے والے، اور صراطِ مستقیم پر چلنے والے مومنین کیلئے ہے۔
والحمد لله رب العالمین۔



فہرست

مقدمہ

۵

پہلا باب صوفیانہ افکار کی غلط ناکیں

- ۱۔ مسلمانوں کو قرآن و حدیث سے پھیرنا ۷
- ۲۔ قرآن و حدیث کے لیے باطنی تاویل کا دروازہ کھولنا ۱۱
- ۳۔ مصطفیٰ محمود اور اس کی کتاب ”قرآن کی عصری تفسیر کی کاوش“ ۱۵
- ۴۔ اسلامی عقیدے کی بربادی ۲۳
- ۵۔ فسق و فجور اور اباحت کی دعوت ۲۷
- ۶۔ ابن عقیل کی زبانی صوفیوں کی سیاہ کاریاں ۳۰
- ۷۔ صوفیاء اور گانجے کی حلت ۳۳
- ۸۔ عبدالوہاب شعرائی اور اس کی کتاب ”طبقات“ ۳۷
- ۹۔ شادی کی دعوت جس میں زندے اور مردے حاضر ہوئے ۴۱

دوسرا باب

- ۱۰۔ اہل تصوف کے کس طرح بحث کی جائے؟ ۴۲
- ۱۱۔ تصوف گندگیوں کا سمندر ہے ۴۵
- ۱۲۔ اول : اسلام اور تصوف کے درمیان بنیادی فرق ۴۶

دوم : صوفی عقیدے کے تفصیلی خطوط

- ۱۔ اللہ کے بارے میں ۴۷
- ۲۔ رسول کے بارے میں ۴۷
- ۳۔ اولیاء کے بارے میں ۴۸
- ۴۔ جنت اور جہنم کے بارے میں ۴۹
- ۵۔ ابلیس اور فرعون ۴۹

صوفی شریعت

- ۶۔ عبادات ۵۰
- ۷۔ حلال و حرام ۵۱
- ۸۔ حکومت و سلطنت اور سیاست ۵۱
- ۹۔ تربیت ۵۱

سوم : صوفی سے بحث کا نقطہ آغاز ۵۲

صوفی اپنا دین کہاں سے لیتے ہیں ؟ ۵۳